ہندو اخلاقیات

(مصنفہ)

جی۔ اے چنداورکر ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

(مترجمہ)

مولوی غلام ربانی صاحب مدرس مدرسۂ نارمل اسکول اورنگ آباد

(باہتمام)

مسٹر سرینواس راؤ شرما بی۔ اے بیرسٹرایٹ لا

دکن لاریپورٹ پریس جام باغ حیدرآباد میں چھپی

تعداد (۱۰۰۰) قیمت (۱۲؍)

کتاب ملنے کا پتہ۔ یرو ہیت اینڈ کو کتب فروش نزد ریسیڈنسی بازار حیدرآباد دکن

میں مولوی غلام ربانی صاحب کا ممنون ہوں، جنہوں نے بڑی محنت سے اس کتاب کا ترجمہ کیا۔ ساتھ ہی مسٹر شرما بیرسٹر ایٹ لا اور مسٹر ونایک راؤ بیرسٹر ایٹ لا کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مخلصانہ ہمت افزائی اور امداد سے یہ کتاب معرض طبع میں آئی۔ اس تالیف کا مقصد مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ میری تجاویز شاہ راہ ترقی میں شرف قبولیت حاصل کرینگی۔

جی۔ اے۔ چنداورکر
حیدرآباد

یہ کتاب عالیجناب راجہ پرتاب گیرجی نرسنگھ گیرجی بہادر رئیس حیدرآباد کے نام نامی سے منسوب کی جاتی ہے، جن کی علمی سرپرستی، قدردانی اور دریادلی سے ملک کی متعدد انجمنیں فیضیاب ہو رہی ہیں۔

جی۔ اے چنداورکر
حیدرآباد

فہرست ابواب معہ مضامین ہندو اخلاقیات

"ہندو اخلاقیات"

مترجمہ مولوی غلام ربانی صاحب مدرس نارمل اسکول اورنگ آباد

ایک صاحب نظر کا یہ قول مشہور ہے کہ "ہند کے قدیم فلسفے میں بلند سے بلند اور پست سے پست عقائد موجود ہیں" اور اگر یہ بات صحیح ہے تو ایک ہوشیار انتخاب کرنیوالا آسانی سے اس فلسفہ اخلاق و عقائد کا بہترین مرقع آراستہ کرسکتا ہے۔ بظاہر اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر محکمہ تعلیمات سرکار عالی کے ایک لائق مدرس مسٹر چنداورکر بی۔اے نے انگریزی زبان میں ایک کتاب "اے مے نیول آف ہندو ایتھکس" کے نام سے تالیف کی ہے اور اس کے پندرہ ابواب میں ویدا۔ اپنشد۔ شاستر۔ گیتا اور مشہور ہندو بزرگوں کے اخلاقی عقائد کا بیان کیا ہے ہر باب کے اخیر میں جہاں ضرورت ہوئی اصل سنسکرت اشلوک بھی درج کردئے ہیں مگر ان کے ترجمے میں اپنی طرف سے اور زمانے مذاق کے موافق تشریحی فقروں کا اضافہ کیا ہے ان حکیمانہ اور مفید اقوال و مواعظ کے انتخاب میں فاضل مؤلف نے بڑی قابلیت اور عقیدت مندی سے کام لیا ہے اور ہرچند یہ جوش خوش اعتقادی ممکن ہے کہ اہل تنقید کی نظر میں بے لاگ تحقیق کے مدنہ سمجھا جائے مگر بے شبہ کتاب کو ہندو طلبہ کے حق میں پر اثر بنانے میں کامیاب ہوگا۔

کتاب کے آخری باب میں ہندو بزرگوں کے عقیدۂ توحید کی دلچسپ بحث تحریر ہے اسے پڑھتے وقت مجھے خیال ہوا کہ شائد فاضل مؤلف اسلامی اثرات کا بھی کوئی اشارہ کرینگے۔ کیونکہ کبیر د چیتن وغیرہ جتنے بزرگوں کا اس باب میں تذکرہ آیا ہے وہ سب اسلامی عہد حکومت کے لوگ ہیں اور بعض کی نسبت تو صراحتہً معلوم ہے کہ انہوں نے مسلمان صوفیہ سے تعلیم پائی تھی۔

بہر حال بہت خوشی کی بات ہے کہ اس مفید کتاب کا میرے دوست

مولوی غلام ربانی صاحب مدرس نارمل اسکول اورنگ آباد نے اردو میں ترجمہ کیا اور اسی اردو ترجمہ کے متعلق خاکسار کی رائے طلب فرمائی۔ ترجمے کو میں نے جا بجا سے بالاستیعاب پڑھا اور نہایت پسند کیا طلبہ کی استعداد کے اعتبار سے ممکن ہے کہ بعض عبارتیں ذرا دشوار نظر آئیں کیونکہ اصل کتاب اور خود یہ مضمون ہی کچھ سہل نہیں ہے لیکن مجموعی طور پر یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں کہ مولوی غلام ربانی صاحب کی اردو عبارت ترجمے کی صحت و خوبی اور تاثیر و قوت کے اعتبار سے انشا پردازی کا قابل قدر نمونہ ہے فقط

۲۰ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

راقم

سید ہاشمی فرید آبادی

رکن دار الترجمہ حیدر آباد

طبع ثانی

مقدمہ از مصنف

ہندوؤں کے اجداد چونکہ فطرتاً بہت زیادہ روحانیت پسند تھے، اس لئے انہوں نے اپنی توجہ حیات بعد الممات ہی پر مرکوز رکھی ان کے نزدیک انسانی روح ایک ایسا ابدی وجود تھا جو ہستی برتر کے دوش بدوش باقی رہتا ہے ان کا عقیدہ تھا کہ ہر انسانی روح کو بار بار جنموں کے دورسے گزرنا، اور اپنے اعمال کا ثمرہ پانا پڑتا ہے۔ روح کی ابدیت؟ اس کا تناسخ اور کرم کا قانون یہ ہندو فلسفہ کے اساسی مسائل ہیں اس فلسفہ کی تعلیم یہ ہے کہ جب کبھی روح کا تعلق کثیف مادی جسم کے ساتھ ہوگا۔ تو اسے لامحالہ بعض اعمال کرنے اور قوانین الٰہی کے ماتحت ان کا ثمرہ اٹھانا پڑیگا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر اعمال نیک کئے جائیں گے تو اسکا نتیجہ مسرت ہوگا، اور اگر اعمال برے ہوئے تو ان کے کرنے والے کی قسمت میں مصیبت آئیگی انسانی روح کو کبھی فنا نہیں ہے۔ وہ اعمال کئے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتی اور نہ کبھی اپنے افعال کے ثمرات سے بچ سکتی ہے۔ یہ جیسا بوتی ہے) ویسا ہی کاٹتی ہے آدمی ہمیشہ ایسی کوشش اور کشمکش میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح مسرت حاصل کرے۔ اور چونکہ مسرت کرم کا پھل ہے اس لئے اسے لازمی طور پر یہ جاننا چاہئے کہ کیا خیر ہے اور کیا شر۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم ہندوستان کے ہر مقنن اور ہر مفکر نے یہ بہت ضروری سمجھا کہ کردار کے چند اصول بنائے جائیں۔ اور ایک انسان کی پوری زندگی کو جس آخری انجام کیطرف لے جاتا ہے، اسے بھی پیش کر دیا جائے۔ وید اور پران، دونو کے زمانہ کی سنسکرت ادبیات اس امر کا واضح ثبوت ہے، کہ (اس وقت) اعلیٰ درجہ کے اخلاقی خیالات موجود تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص ہندو فکر و خیال کی تاریخ میں کسی ایسے دور کا پتہ چلاسکے جس میں اخلاقیات اور مذہب میں جدائی پائی جاتی ہو۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا اطمینان اور بے لوثی کے ساتھ مطالعہ، ہر شخص کو اس بات کا قائل کر دیگا کہ آخر چل کر مذہب اور

اخلاقیات ایک ہی ہیں ۔ ہندوؤں کے اکثر و بیشتر آداروں کی تعمیر علم اخلاقیات کے اساسی اصولوں کی بنیاد ہی پر ہوئی ہے ۔ پنچ مہایجنا (ہر روز کے فرائض پنجگانہ) جنکی ادائی ہر ہندو پر فرض ہے، ہمدردئ انسانی ہی کا نمونہ ہے یہ پانچ یجن یہ ہیں (۱) برہم یجن یعنی عبادت الٰہی ۔ (۲) دیو یجن یعنی گنی اور گیانی افراد کا احترام (۳) پتری یجن یعنی بزرگوں کی ضرورتوں کو پورا کرکے انہیں راضی خوشی رکھنا (۴) بھوت یجن یعنی مویشی اور پرندوں کو کھلانا (۵) اتی تھی یجن یعنی مستحق مہمانوں کے ساتھ مہمان نوازی کا سلوک ۔ لوگ ابھیاس جسکا کرنا ہندوؤں کے خیال میں موکش یعنی جنموں اور موتوں کے مسلسل چکر سے رہائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے ، اہما یعنی تمام ذی حس ہستیوں پر رحم) پر منحصر قرار دیا گیا ہے ۔ بودھ مہاراج نے بھی اسی صفت کو اعلیٰ مرتبہ بخشا تھا اور اپنے مذہب کی تعلیم صرف اس لئے دی تھی کہ نیک اعمالی کا راج پھر سے قائم ہو جائے ۔ ویدوں سے لیکر پرانوں تک ایسی کوئی سنسکرت کتاب بمشکل ملیگی جس میں نیتی یعنی اخلاق مذہب کے گن نہ گائے گئے ہوں حتیٰ کہ ایک طبی رسالہ مثلاً چرک سمھتیا میں بھی اس کو سراہا گیا ہے اور لکھا ہے کہ جسمانی مسرت اخلاق برتنے پر منحصر ہے اسی طرح سے اس سنسکرت شاعری میں بھی جو بعد کے ڈراموں میں نظر آتی ہے پہلے پند و موعظت کی جاتی ہے اور پھر تفریح و تفنن کی نوبت آتی ہے ۔ کالی داس اور بھو بھوتی صرف شاعر ہونیکی ہی حیثیت سے اپنے قارئین پر اتنا اثر نہیں ڈالتے جتنا اخلاقئین کی حیثیت سے ڈالتے ہیں ۔ والمیکی، ویاس، چانکیا، بھرتری ہری بے شبہ زبردست اخلاقئین ہیں اور افلاطون، ارسطو، کنفوکیس اور لاؤسی کے مطالعہ کرنیوالوں کی توصیف کے بجا طور پر مستحق ہیں ۔ بھرتری ہری کے دوشتکوں کو مارکس آری لیس کے افکار کے مقابلہ میں اچھی طرح پیش کیا جا سکتا ہے عیسوی اخلاق کا زرین اصول " تو اپنے پڑوسی سے اپنی ہی طرح محبت کریگا " یجر وید کے ایک بھجن میں پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے ۔ پس اس حقیقت سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سنسکرت کے مصنفین اخلاقی قوانین یا بقول ان کے دہرم کو بہت اہمیت دیتے ہیں جسکے معنی ان کے ہاں " نیک خیال، نیک گفتار اور نیک کردار " کے ہیں ۔ شاعروں، رشیوں، ولیوں، اور مقننوں نے دہرم کے گن ایسے راگوں میں گائے ہیں جو رہتی دنیا تک باقی

رہیں گے۔ چیتنیا، کبیر اور تکارام کے حمدیہ گیتوں میں اعلیٰ ترین تقویٰ کے متعلق بلند ترین
خیالات کا اظہار بار بار نظر آتا ہے۔ ہندوستان کی اکثر جدید مذہبی تحریکات کی رفاہی
اور ہمدردانہ مساعی پر اس دھارمک احیاء کا نقش امٹ طریقہ پر ثبت نظر آتا ہے یہ ایک
مسلمہ واقعہ ہے کہ عوام الناس کو اخلاقی حیثیت سے بلند کرنا ہر قسم کی ترقی کے لئے بمنزلہ امر
ناگزیر کے ہے یہ اخلاقی بلندی ہی کا نتیجہ تھا کہ زمانہ سلف میں ہندو تہذیب کا شیرازہ بندھا
ہوا رہا یہ اخلاقی قوت ہی کا نتیجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہندو قوم بارہا سیاسی حیثیت سے
مفتوح ہو چکی ہے لیکن اس نے اپنے ثبات کو قائم رکھا ہے۔ ہندویت کی تاریخ کے وہ
تمام مدارج جن میں اسے غیر ملکی نظامات و خیالات کے ساتھ کشمکش کرنی پڑی ہے جس عجیب و
غریب منظر کو پیش کرتے ہیں وہ اس کی اخلاقی فتح ہے اور یہ اخلاقی فتح تمام تر نتیجہ ہے اس کے
پیرؤوں کے اخلاقی نشوونما کا۔ دھرم کی قوت ہمیشہ عجیب و غریب رہی ہے جب اسکو ترقی
ہوئی تو قوموں نے بھی ترقی کی ہے اور جب اسے زوال آیا ہے تو وہ بھی خاک میں ملگئی ہیں دنیا
کی تعمیر صرف اخلاقی بنیادوں ہی پر کیگئی ہے آخر چلکر حق و انصاف ہی کی فتح ہوتی ہے اور
بے انصافی اور جھوٹ نیست و نابود ہو جاتے ہیں جب شاعر یوں نغمہ پیرا ہوا۔*۔
تو اس کا مطلب یہ تھا کہ "دھرم کو مارنا خود اپنے آپ کو مارنا ہے" دھرم کی رکھشا
سے خود اپنی رکھشا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے شاعر کے کلام میں حسب ذیل حقیقت نما شو نظر
آتا ہے:-

धनानि भूमौ पशवश्च गोष्ठे भार्या गृहद्वारि जनः श्मशाने।
देहश्चितायां परलोकमार्गे धर्मानुगो गच्छति जीव एकः॥

"انسان! او غلط کار انسان!! تیری تمام مادی دولت زمین پر بکھری ہوئی پڑی رہیگی
تیرے ڈھور ڈنگر اور دوسرا ٹھاٹھ سب پیچھے رہ جائیگا۔ تیری بیوی تجھے تیرے دروازہ
کی دہلیز ہی سے الوداع کہیگی۔ تیرے دوست احباب مسان سے آگے تیرا ساتھ نہ دے سکینگے
بدن جلکر راکھ ہو جائیگا۔ صرف تیرے نیک اعمال تیرے ساتھ جائیں گے پس نیک اعمالی

*۔ धर्म एव हतो हन्ति धर्मो रक्षति रक्षितः

کی راہ پر چل "۔

مذکورہ بالا خیالات ہیں جس لازمی نتیجہ تک پہونچاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہندو مفکرین وقتاً فوقتاً نیتی شاستر کے اصول بیان کرتے رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا دور بھی آچکا ہے جبکہ معاشرتی ہیجانات اور سیاسی انقلابات کی وجہ سے اخلاق پست حد تک پہونچ گئے تھے، اور مذہب اپنی اخلاقی معنویت سے محروم ہوکر صرف توہم پرستانہ عقائد اور بے معنی رسومات کا ایک ذخیرہ بنکر رہ گیا تھا اس افتاد کا، جو مذہب پر زبردستی لائی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ معقولیوں اور لاادریوں نے چیخ پکار شروع کی کہ اب سرزمین مذاہب میں مذہب کی حیثیت ایک زندہ قوت کی سی نہیں رہی اس دعوے میں بے شک روح حقیقت موجود ہے تاہم عام تعلیم کی ترقی کے ساتھ اس صورت حالات کا بہتر ہونا بھی ممکن ہے۔

ہندو اخلاقیات صرف ہندو نوجوانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ فلسفہ کے ہر طالب علم کے لئے بھی بے حد ضروری ہے خواہ وہ کسی قومیت یا مذہب کا کیوں نہ ہو۔ خیر و شر کے مابین تمیز کرنے کے جو مختلف طریقے ہوسکتے ہیں، ہندو اخلاقیئین نے ان سب کو اپنے نظاموں میں شامل کیا ہے (۱) یعنی کسی مسلمہ حکم سے استناد (۲) وجدان سلیم۔ منو میں یہ بات تمام طور پر پائی جاتی ہے (دیکھو باب ۴) نیکیوں کی درجہ بندی کرتے وقت بعض مصنفین تین گنوں کا ذکر اکثر کرتے ہیں (۱) ستوا (۲) رجس اور (۳) تمس۔ اگر تمس گن کی حیثیت کسی فرد یا جماعت میں، ایک منتشر کرنیوالے عنصر کی سی ہے، تو ستوگن انہیں ایک کرنے اور ارفع بنانیوالا ہے ان گنوں کی خصوصیات بھگوت گیتا اور یوگ درشن میں بیان کی گئی ہیں۔ اخلاقی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ستوگن کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔

بعض دوسرے اخلاقیئین نے درجہ بندی کا ایک بالکل ہی دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے انسان کو اپنے معاشرتی تعلقات میں مختلف لوگوں کے ساتھ سروکار رہتا ہے وہ اس کے برابر اس سے برتر یا اس سے کمتر ہوتے ہیں اور ان سب کے رتبوں کے اعتبار سے اپنے برتاؤ کو مطابق کرنے کے لئے اسے چند نیکیاں کرنی پڑتی ہیں یہی خیال حسب ذیل درجہ بندی کا محرک

ہوا ہے (۱) اپنی ذات کے حقوق (۲) اپنے سے برتر لوگوں کے حقوق (۳) برابر والوں کے حقوق اور (۴) اپنے سے کم رتبہ لوگوں کے حقوق - استیثاری اور انفرادی نیکیوں کی یہ درجہ بندی ہیں چانکیا و دوراور بہترتری ہری جیسے مصنفین کے ہاں نظر آتی ہے" اپنے برتروں کا احترام کرو، برابر والوں سے محبت کرو، کم رتبہ والوں کی حفاظت کرو اور انہیں بلند بناؤ" یہ انکی تعلیم کا لب لباب ہے -

اگرچہ اکثر سنسکرت تصنیفات میں کئی اعلیٰ درجہ کے اخلاقی اصول نظر آتے ہیں لیکن ان کی غرض وغایت کے متعلق کسی قدر غلط فہمی پائی جاتی ہے - اکثر حضرات ایسے ہیں جو سختی کے ساتھ اس خیال پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہندو اخلاقیات فلسفہ جمود سکھاتی ہے اور آجکل جبکہ پیچ جھاڑ کر مقابلہ اور مسابقت ہو رہے ہیں، اس قسم کے فلسفہ سکوت کا کوئی عملی فائدہ نہیں ہے - لیکن یہ خیال شاید ہماری مذہبی کتابوں کے محض سطحی مطالعہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر یہ معترضین پہلے حسب ذیل باتوں پر توجہ کریں اور پھر بے تعصبی اور بے لوثی کے ساتھ مطالعہ پر غور کریں تو ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے ان ادعائی بیانات کو ضرور تھوڑا بہت بدل دینگے -

(۱) وید، اپنشد، ویدانت درشن اور خاصکر بھگوت گیتا یہ سب کی سب نمایاں طور پر اس عقیدہ جمود کی مخالفت کرتی ہیں - اس رسالہ میں جو اقتباسات ہم نے پیش کئے ہیں وہ سب اس بیان کی تائید کرینگے - مذکورہ بالا کتابیں کرم یوگ یعنی فلسفہ عمل کی تعریف کرتی ہیں -

(۲) چاروں مشہور آشرم یعنی وہ مدارج جن میں ہر ہندو کی زندگی تقسیم کی جاتی ہے اس قسم کے بیانات کی پوری پوری تردید کرتے ہیں پہلے دو مدارج برہم چاری اور گرہست کے یعنی ایک طالبعلم اور متاہل ایسے ہیں جن میں انسان کو مسلسل جد وجہد اور امتحان کی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے بعد کے دو درجوں میں بھی انسان سے صرف وہی افعال کرائے جاتے ہیں جو اس کے ابنائے جنس کے لئے مفید ہوں اور تعلیم اور مذہب کو ترقی دیں بقول منو کے اصلی سنیاسی کی زندگی صرف نفع رساں جد وجہد ہی کی زندگی ہے سنیاسی صرف مجموعہ ترک ہی نہیں ہو سکتا اسے جماعت میں دھرم قائم رکھنے کے لئے کام کرنا پڑتا ہے -

(۳) جس مذہب نے چار ورنوں کا طریقہ قائم کیا ہو وہ اپنے پیرووں کے سامنے جمود

کی راہ پر چلیں "

مذکورہ بالا خیالات ہیں جس لازمی نتیجہ تک پہونچاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہندو مفکرین وقتاً فوقتاً نیتی شاستر کے اصول بیان کرتے رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا دور بھی آچکا ہے جبکہ معاشرتی ہیجانات اور سیاسی انقلابات کی وجہ سے اخلاق پست حد تک پہونچ گئے تھے، اور مذہب اپنی اخلاقی معنویت سے محروم ہو کر صرف توہم پرستانہ عقائد اور بے معنی رسومات کا ایک ذخیرہ بنکر رہ گیا تھا اس افتاد کا، جو مذہب پر زبردستی لائی گئی نتیجہ یہ ہوا اس معقولیوں اور لاادریوں نے چیخ پکار شروع کی کہ اب سرزمین مذاہب میں مذہب کی حیثیت ایک زندہ قوت کی سی نہیں رہی اس دعوے میں بے شک روح حقیقت موجود ہے تاہم عام تعلیم کی ترقی کے ساتھ اس صورت حالات کا بہتر ہونا بھی ممکن ہے۔

ہندو اخلاقیات صرف ہندو نوجوانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ فلسفہ کے ہر طالب علم کے لئے بھی بے حد ضروری ہے خواہ وہ کسی قومیت یا مذہب کا کیوں نہ ہو۔ خیر و شر کے مابین تمیز کرنے کے جو مختلف طریقے ہو سکتے ہیں، ہندو اخلاقئین نے ان سب کو اپنے نظاموں میں شامل کیا ہے (۱) یعنی کسی مسلمہ حکم سے استناد (۲) وجدان سلیم۔ منو میں یہ بات عملاً طور پر پائی جاتی ہے (دیکھو باب ۴) نیکیوں کی درجہ بندی کرتے وقت بعض مصنفین تین گنوں کا ذکر اکثر کرتے ہیں (۱) ستوا (۲) رجس اور (۳) تمس۔ اگر تمس گن کی حیثیت کسی فرد یا جماعت میں، ایک منتشر کرنیوالے عنصر کی سی ہے، تو ستو گن باہمی ایک کرنے اور ارفع بنانیوالا ہے ان گنوں کی خصوصیات بھگوت گیتا اور یوگ درشن میں بیان کی گئی ہیں۔ اخلاقی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ستو گن کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔

بعض دوسرے اخلاقئین نے درجہ بندی کا ایک بالکل ہی دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے انسان کو اپنے معاشرتی تعلقات میں مختلف لوگوں کے ساتھ سروکار رہتا ہے وہ اس کے برابر اس سے برتر یا اس سے کمتر ہوتے ہیں اور ان سب کے رتبوں کے اعتبار سے اپنے برتاؤ کو مطابق کرنے کے لئے اسے چند نیکیاں کرنی پڑتی ہیں یہی خیال حسب ذیل درجہ بندی کا محرک

ہوا ہے (۱) اپنی ذات کے حقوق (۲) اپنے سے برتر لوگوں کے حقوق (۳) برابر والوں کے حقوق اور (۴) اپنے سے کم رتبہ لوگوں کے حقوق - استیثاری اور انفرادی نیکیوں کی یہ درجہ بندی ہیں چانکیا وغیرہ اور بہترین ہری جیسے مصنفین کے ہاں نظر آتی ہے" اپنے برتروں کا احترام کرو، برابر والوں سے محبت کرو، کم رتبہ والوں کی حفاظت کرو اور انہیں بلند بناؤ" یہ انکی تعلیم کا لب لباب ہے -

اگرچہ اکثر سنسکرت تصنیفات میں کئی اعلیٰ درجہ کے اخلاقی اصول نظر آتے ہیں لیکن ان کی غرض و غایت کے متعلق کسی قدر غلط فہمی پائی جاتی ہے - اکثر حضرات ایسے ہیں جو سختی کے ساتھ اس خیال پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہندو اخلاقیات فلسفہ جمود سکھاتی ہے اور آجکل جبکہ نیچے جھاڑ کر مقابلہ اور مسابقت ہو رہے ہیں، اس قسم کے فلسفہ سکوت کا کوئی عملی فائدہ نہیں ہے - لیکن یہ خیال شاید ہماری مذہبی کتابوں کے محض سطحی مطالعہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر یہ معترضین پہلے حسب ذیل باتوں پر توجہ کریں اور پھر بے تعصبی اور بے لوثی کے ساتھ معاملہ پر غور کریں تو ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے ان ادعائی بیانات کو ضرور تھوڑا بہت بدل دینگے -

(۱) وید، اپنشد، ویدانت درشن اور خاصکر بھگوت گیتا یہ سب کی سب نمایاں طور پر اس عقیدہ جمود کی مخالفت کرتی ہیں - اس رسالہ میں جو اقتباسات ہم نے پیش کئے ہیں وہ سب اس بیان کی تائید کرینگے - مذکورہ بالا کتابیں کرم یوگ یعنی فلسفہ عمل کی تعریف کرتی ہیں -

(۲) چاروں مشہور آشرم یعنی وہ مدارج جن میں ہر ہندو کی زندگی تقسیم کی جاتی ہے اس قسم کے بیانات کی پوری پوری تردید کرتے ہیں پہلے دو مدارج برہم چاری اور گرہست کے یعنی ایک طالب العلم اور متاہل ایسے ہیں جن میں انسان کو مسلسل جد وجہد اور امتحان کی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے بعد کے دو درجوں میں بھی انسان سے صرف وہی افعال کرائے جاتے ہیں جو اس کے ابنائے جنس کے لئے مفید ہوں اور تعلیم اور مذہب کو ترقی دیں بقول منو کے اصلی سنیاسی کی زندگی صرف نفع رساں جد وجہد ہی کی زندگی ہے سنیاسی صرف مجموعہ ترک ہی نہیں ہو سکتا اسے جماعت میں دھرم قائم رکھنے کے لئے کام کرنا پڑتا ہے -

(۳) جس مذہب نے چار درنوں کا طریقہ قائم کیا ہو وہ اپنے پیروؤں کے سامنے جمود

کا مطمح نظر ہرگز پیش نہیں کرسکتا ۔ ہندو مقننوں کا عقیدہ تھا کہ معاشرتی کل پرزوں کے ٹھیک طور پر چلنے کے لئے ان طبقوں کی موجودگی ضروری ہے :۔

(۱) ایک ایسا طبقہ جو ذہنی حیثیت سے قوی ہو (۲) جسمانی حیثیت سے مضبوط طبقہ (۳) ایسا طبقہ جس کا کام یہی ہو کہ وہ ملک کی مادی بہبود کے لئے کوشاں رہے (۴) ایسا طبقہ جو ہاتھ پاؤں کی محنت سے بحیثیت مجموعی کل جماعت کی ضروریات اور آسائشوں کو پورا کرے ۔ ہندوؤں کے مذکورہ بالا طریقہ ذات پر بجا و بیجا اعتراضات کی چنگاریاں پھینکی گئی ہیں اور اسے حقیر اور مطعون قرار دیا گیا ہے ۔ ایک طرف غیر ہمدرد مخالفین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہندوستان کی تباہی محض اس طریقہ ذات کی وجہ سے ہوئی ہے دوسری طرف اس کے سرگرم حامی جوش کے ساتھ یہ بتاتے ہیں کہ ہندوؤں کی شیرازہ بندی اور ان کی تہذیب کا قیام اسی طریقہ کی بدولت ہوا ہے ہم اس موقع پر ذات پات کے طریقے کے فوائد اور نقائص کی بحث اٹھانا نہیں چاہتے ہمارا تو صرف یہ دعوےٰ ہے کہ جس مذہب نے اس ورنوں اور آشرموں کے دہرم کو پیدا کیا ہو اس کا یہ منشا ہرگز نہیں ہوسکتا تھا کہ اسکے پیرو جنگلوں کی خلوتوں میں جا بیٹھیں اور جمود کی زندگی بسر کریں (۲) ہندوؤں کے سامنے زندگی کی جو غرض و غایت پیش کی جاتی ہے وہ پروشارتھ کتوستایا' کا حاصل کرنا ہے اور یہ چیز خاص طور پر زندگی عمل کی محرک ہے یہ چار اغراض و مقاصد یہ ہیں :۔

(۱) دہرم یعنی ادائے فرض (۲) ارتھ یعنی حصول ثروت (۳) کام یعنی انسانی خواہشات کی جائز طور پر تشفی (۴) موکش یعنی نجات اخروی ۔ ان مقاصد کی کھلی ہوئی تعلیم یہ ہے کہ انسان ایمان کے ساتھ عمل کرے اور خوش رہنے کی کوشش کرے ۔ مذکورہ بالا خیالات کی بناء پر ہم کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہندو اخلاقیات کا نظام فلسفہ سکوت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ سرگرمانہ جدوجہد کی زندگی کی حمایت کرتا ہے (ملاحظہ ہو شعر دوم از اِشو پنشد) ۔

اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ ہندوؤں کے بلند اخلاقی اور روحانی مطامح نظر کی جھلک صرف اس زمانہ کے ادب ہی میں نظر نہ آتی تھی بلکہ اس عہد کے لوگ بڑی حد تک اپنی زندگیوں میں بھی ان مطامح نظر کو حاصل کر لیتے تھے ۔ میگستھینز (یونانی سفیر متعینہ دربار شہنشاہ

چندر گپت) کی طرح کے ذہین غیر ملکی حضرات کی شہادت اور فاہیان اور ہیون ٹسانگ جیسے زائرین کی رائیں اس بات کا کافی ثبوت ہیں، کہ بادشاہ عہدہ دار اور عوام الناس ان اخلاقی نصیحتوں کو جو ان کے ادب میں موجود تھیں حتی الوسع عمل میں لانے کی بھی کوشش کرتے تھے چندر گپت کا نظم حکومت، عوام الناس کی اس زمانہ کی عام حالت، گدہ ویش اور پاٹلی پتر کے خیراتی شفاخانوں کی حالت جس کا بیان فاہیان نے تقریباً ۴۰۰ء میں کیا ہے! اور سب سے اخیر میں ہندوستانی زندگی کی وہ روشن تصویریں جو ہیون ٹسانگ (۶۲۰ء - ۶۰۸ء) نے ہرش کے دربار کی حالت دیکھکر کھینچی ہیں، اور جو کچھ کم اہم نہیں ہیں یہ سب کی سب اس زمانہ کی اخلاقی ترقی کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ہیونٹسانگ اس زمانہ کے لوگوں کی سادگی اور راست کرداری کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"لوگ دیانت دار اور شریف ہیں۔ روپیہ پیسہ کے معاملات میں چالبازی وہ بالکل نہیں جانتے اونچ نیچ دیکھکر انصاف کرتے ہیں۔ کردار کے اعتبار سے وہ نہ تو عیار ہیں اور نہ دغاباز وہ اپنی قسموں اور وعدوں پر قائم رہتے ہیں۔"

ہندو اخلاقیین کے یہ بلند اخلاقی خیالات اس قابل ہیں کہ انہیں نوجوان ہندو طلبہ کے سامنے لایا جائے، اور انہیں کم عمری ہی میں ہندو اخلاقیات کی نظری اور عملی دونوں حیثیتوں سے لازمی طور پر روشناس کرایا جائے۔

کتاب کا خاکہ اور اس کا مقصد

اس کتاب کا خاکہ بیحد سادہ ہے اس میں ہندو اخلاقیات کی بعض اہم کتابوں کے اقتباسات درج کئے گئے ہیں اور ان کا آزادانہ انگریزی ترجمہ بھی دیدیا گیا ہے شروع کی چند بحثوں میں مشرق کی مقدس کتابوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد ان کتابوں کے کچھ اقتباسات بھی دئے گئے ہیں اقتباسات وہی لئے گئے ہیں جنمیں کچھ اخلاقی معنویت پائی جاتی ہے ترجمہ میں ہم نے حتی الوسع یہ کوشش کی ہے کہ سنسکرت عبارتوں کا اصلی مفہوم باقی رہے ممکن ہے کہ بعض بھجنوں کا، جن کا اقتباس پہلے باب میں دیا گیا ہے، دوسرے طریقوں پر بھی ترجمہ

کیا جا سکے، اور موجودہ ترجمہ ویدوں کی تفسیر کے تمام قاعدوں کی پابندی نہ کر سکا ہو ہم بغیر
خوف تردید کے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ ترجمہ قریب قریب لفظی ہے ۔ لیکن وضاحت کے خیال سے
ہم نے کہیں کہیں توضیحی الفاظ بڑھا دئے ہیں ۔

ہندو نوجوانوں کو مذہبی اور اخلاقی تعلیم دینے کی جو زبردست ضرورت ہے اسے اکثر
مصلحین تعلیم تسلیم کر چکے ہیں اس واقعہ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس راستہ کی دقتیں
بھی بہت کچھ زبردست ہیں غیر فرقہ واری مدارس میں تو یہ مسئلہ اور زیادہ ناقابل حل ہے ذاتوں کے
اختلاف اور مسائل کے تضاد کی وجہ سے یہ سوال اتنا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ اکثر اوقات ماہرین
تعلیم بھی اس کی کامیابی کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں نیت اور ارادہ خواہ کتنا ہی نیک کیوں
نہ ہو لیکن مجبوراً ہر شخص کو یہی کہنا پڑتا ہے کہ "مذہب میں تو دخل ہی نہ دو" ۔ لیکن اندیشہ ہے کہ
کہیں یہ بے پروائی آگے چلکر بربادکن ثابت نہ ہو ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندو نوجوانوں
کو شروع ہی سے اپنے مذہب کے اصول اور اپنے اداروں کی تاریخ سے واقف کر دیا جائے
اس کے لئے مناسب درسی کتابوں کی ضرورت ہے ہماری رائے میں ایک ایسی درسی کتاب
جو شاگرد اور استاد کے سامنے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے منتخب اقتباسات پیش کرتی
ہوئے جنکی حیثیت اخلاقی ہو، ہر حیثیت سے مطلوب ہے موجودہ تالیف اسی ضرورت کی تکمیل
کے لئے پبلک کے سامنے پیش کی جاتی ہے ۔ لیکن ہم اس حقیقت سے پوری طرح واقف
ہیں کہ صرف درسی کتابوں سے، یا روزانہ دس پندرہ منٹ تک جماعتوں میں اقوال رٹانے
سے ہندو نوجوان کی نجات نہیں ہو سکتی اس کا انحصار زیادہ تر اس پر ہے کہ گھر اور مدرسہ کے
اثرات صحیح تر ہوں ان کتابوں کی حیثیت ہندو دینیات پڑھانے والوں کے لئے کم وبیش ایک
رہبر کی سی ہوا کرتی ہے ۔ جماعتوں میں مذہبی تعلیم دیتے وقت، ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی
اخلاقی اہمیت پر زیادہ زور دینا ہمیشہ بہتر ہوتا ہے جہاں تک اخلاقیات کا تعلق ہے، اس میں
متضاد مسائل بھی نہیں پائے جاتے ۔ اخلاق کے اساسی اصول تمام فرقوں، ذاتوں، اور ذیلی
ذاتوں سب کے لئے ایک ہیں ۔ نظر بایں حالات، مندرجہ ذیل روش پر جو نصاب تیار کیا گیا ہے
وہ اس کا مستحق ہے کہ اس پر غور کیا جائے اور جن مدارس میں ہندو لڑکے پڑھتے ہیں وہاں اسے

آزمایا جائے ۔

نیچے کی جماعتوں میں ہندو شاستروں کے ایسے قصوں کا بیان ہونا چاہئے جن سے مختلف نیکیوں کی توضیح ہوتی ہے ۔ اس کتاب میں جن عبارتوں کا انتخاب کیا گیا ہے' اس کے سمجھانے کے لئے ہندو رزمیہ نظموں' رامائن' مہابھارت اور پرانوں سے کافی مواد ملسکتا ہے ۔ رامچندر جی کے بزرگ راجہ دسرت کی کہانی ! ہریشچندر کی سوانح عمری اشری یا اور پرہلاد کی زندگیوں کے واقعات یہ سب کے سب اعلیٰ درجہ کی اخلاقی حیثیت رکھتے ہیں ۔ زندہ جاوید ہندوستانی رشیوں اور نبیوں مثلاً بودھ' چتنیا' کبیر' نانک' رامداس' تکارام وغیرہ کی شریفانہ زندگیوں کے واقعات اخلاقی حیثیت سے اپنی نظیر آپ ہیں ۔ اوپر کی جماعتوں میں ان مذہبی عبارتوں کی تفسیر کیجاسکتی ہے ۔

مندرجہ بالا نصاب میں چند فوائد خاص طور پر پائے جاتے ہیں ۔ ہندو نوجوان اوائل عمری سے اعلیٰ تعلیمات اور شریفانہ خیالات کی فضاء میں سانس لینا شروع کریگا اور اس میں مدنی نیکیوں کی بنیاد گہری اور مضبوطی کے ساتھ پڑجائیگی وہ سچی اکابر پرستی اور اپنے جنم بھوم اور ابنائے جنس کے ساتھ حقیقی محبت کرنے کے اصول سیکھیگا اور معاشرتی حیثیت سے نیک' اخلاقی اعتبار سے تندرست اور روحانی حیثیت سے بڑا بننے کے زیادہ قابل ہوگا ۔

خاتمہ

اب ہمکو صرف ایک بات اور کہنی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے خیال یا طریق ادا کسی حیثیت سے بھی مجتہدانہ نہیں ہے کوئی شخص یہ کبھی جان ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنے دوستوں اور استادوں کا' خواہ یہ انسان ہوں' یا کتب' کس حد تک ممنون احسان ہے ۔ ہم ان دونوں کے مرہون منت ہیں' اور اگر ایک ایک بات کا الگ الگ شکریہ ادا کرنے لگیں تو یہ صرف ہمارے ہی لئے ناممکن نہ ہو بلکہ ناظرین کے لئے بھی ایک طرح کا بار ہوجائے تاہم احسان مندی کے گہرے جذبات کے ساتھ ہم دولت آصفیہ اور حکومت میسور کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کے چند نسخے خرید فرماکر ہماری سرپرستی

کی' اور اسی طرح ہماری ادنیٰ مساعی کا حوصلہ بڑھایا۔ راؤ صاحب کے۔ رنگراؤ صاحب بھی جو منگلور کے "پست اقوام کے مشن" کے پرجوش سکرٹری ہیں ہمارے بہت بہت شکریہ کے مستحق ہیں' اس لئے کہ انہوں نے اس کتاب کی فروخت بڑھانے کے لئے خاص طور پر کوشش فرمائی' اور ہر طرح ہماری مدد کرکے ہمیں دوسرا اڈیشن چھاپنے کے قابل بنایا۔

جی۔ اے۔ چندا ورکر

حیدرآباد دکن
یکم جنوری ۱۹۱۷ء

باب ا
ویدوں کی اخلاقی تعلیم

رگ وید، یجروید، سام وید اور اتھروید یہ چاروں آریوں کی قدیم مقدس کتابیں ہیں ان کا اصولی مطالعہ نہ صرف ہندو اور دیگر ہندی المانی نسلوں کے لئے اہم ہے بلکہ دینیات اور اخلاقیات کے ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے۔ تمام مدعی الہام کتابوں میں یہ قدیم ترین الہامی کتابیں ہیں قدیم ہندوستان کے اکثر بلند رتبہ اسنسکرت مصنفین اور دیگر دقیق النظر حضرات سام ہیتوں کو ہمیشہ کے لئے غلطی سے مبرا سمجھتے ہیں اور اسی لئے انہیں مذہبی معاملات میں حکم مانتے ہیں بیت تیھا اور تے تیریا برہمن چھاندوگیا اور برا ہدارنیک اپنشد جیسے منی کا میمانسا، کناد کا دیشیشک درشن، منو اور برہسپتی کی سمرتی، وشنو پران، مارکنڈے پران اور بھاگوت سب کے سب اسی رائے پر متفق ہیں اس کے بعض منتروں کے شاندار تناسب، سحر آفرین موسیقیت اور ٹھیک انیسویں صدی کے سے خیالات نے پروفیسر میکس مولر اور گریفت جیسے بڑے بڑے مستشرقین کو بھی مبہوت کر دیا ہے جوں جوں ویدک تحقیقات میں ترقی ہوگی اور مطلب فہمی کے بہتر اور زیادہ عاقلانہ طریقے وجود میں آئیں گے ان ویدوں کی عظیم الشان روحانی معنویت اور ان کے اخلاقی مباحث کی بے نظیر کثرت ضرور آشکار ہو کر رہیگی خود اُن اصحاب کو بھی جو اس خیال کے موئد ہیں کہ تدریجی ترقی کا نظریہ دنیائے اخلاق نیز انسانی جبلتوں پر بھی حاوی ہے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ویدوں کی تعلیم فی الحقیقت عظیم الشان اور ملہمانہ ہے یہ مقدس کتابیں صفائی قلب اور قول وفعل میں صداقت اور شرافت پیدا کرنیوالے پرشکوہ خیالات پر مشتمل ہیں اپنے مذکورہ بالا بیان کی تائید میں ہم چند ویدک اشلوک درج کرتے ہیں۔ لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ان میں سے اکثر اشلوک مناجات باری تعالیٰ کی شکل میں ہیں اور اس حیثیت سے (وہ ہمارے سامنے) ایک نصب العین پیش کرتے ہیں ویدوں میں خدا کو صداقت، انصاف، کرم اور رحم ان جملہ صفات کا مخزن خیال کیا گیا ہے اور انسان کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں بار بار ان امور کا خیال کرے اور پھر

اپنے اعمال کو ان کے ارشادات کے مطابق بنائے بھجنوں کی محض تکرار بے نتیجہ ہے انکی اصلی اہمیت وہی ہے جو یہاں بیان ہوئی۔

۱۔ تمام اشیاء مجھے دوست خیال کریں میں بھی تمام اشیاء کو دوست سمجھوں (خدا کرے) ہم سب ایک دوسرے کو دوست کی نظر سے دیکھیں۔ یجر ۳۶، ۱۸

۲۔ (آؤ) ہم سب ایک دوسرے کی حفاظت کریں سب ملکر کھائیں پئیں۔ مل جل کر بہادرانہ کام کریں، ایک دوسرے سے نفرت نہ کریں۔

۳۔ جان آفریں صادق القول کو عزت کے اعلیٰ ترین مقام پر متمکن کرتا ہے۔ اتھرو ۱۱، ۴۰، ۱۱

۴۔ ہم نے بدی کو فتح اور نیکو حاصل کر لیا تو گویا ہم گناہ سے آزاد ہو گئے۔ اتھرو ۱۶، ۱، ۶، ۱

۵۔ خواہ میں زمین پر ہوں یا آسمان پر خدا کرے صداقت کا فرشتہ ہمیشہ میرا نگہبان ہو۔ رگ ۱۰، ۳۷، ۴

۶۔ اے قادر مطلق! ایک بخیل کو بھی خیرات کرنے کی توفیق دے اسے نیک مزاج بنا۔ رگ ۶، ۵۳، ۴

۷۔ تمام امراض اور ناپاک خیالات کو نکال، دشمنی کے تمام خیالات کو ہم سے کوسوں دور رکھ رگ ۱۰، ۶۳، ۱۲

۸۔ اے چشمہ نور! ہماری قوتوں کو نیک اعمال کی راہ پر لگا۔ یجر ۵، ۳۶

۹۔ ہر جگہ (لوگ) میرے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں۔ اتھرو ۱۹، ۱۵، ۶

۱۰۔ میں ہر بشر سے محبت کروں خواہ وہ شریف ہو یا رذیل۔ اتھرو ۱۹، ۶۲

۱۱۔ خدا مجھے دانائی عطا کرے۔ یجر ۳۲، ۱۶۔

۱۲۔ مجھے وہ معرفت عطا کر جس کو تمام بزرگ اور برگزیدہ روحیں تلاش کرتی رہی ہیں۔

۱۳۔ مجھے برے فعل سے بچا، میں ایماندار رہوں۔ یجر ۴، ۲۸

۱۴۔ اے عالم افروز! مجھے نیکی کی عہد پر قائم رہنا ہے، مجھے اسکی قوت بخش۔ مجھے ظلمت کے طبقات سے نکالکر نورانی فضا میں داخل ہونے دے، میں غیر صدق کو چھوڑ کر صدق کو اختیار کروں یجر ۱، ۵

۱۵۔ ہمارے کان صرف خیر سنیں، ہماری آنکھیں صرف خیر دیکھیں! ہم صحیح اور توی جسم کے ساتھ اس سفر زندگی کو طے کریں۔

۱۶۔ ایک دوسرے سے ایسے جوش محبت سے پیش آؤ جیسے ایک گائے اپنے بچھڑے سے پیش آتی ہے۔ اتھروا ۳، ۳۰، ۱

۱۷۔ بیٹا اپنے والدین کا مطیع ہو، بیوی اپنے خاوند سے ہمیشہ نرم اور لطف آمیز الفاظ میں کلام کرے۔ اتھروا ۳، ۳۰، ۲

۱۸۔ بھائی اپنے بھائی سے نفرت نہ کرے۔ بہن، بہن پر نامہربان نہ ہو، نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے سے گفتگو ہو۔ اتھروا ۳، ۳۰، ۳

۱۹۔ ذکی اور حلیم الطبع بنو، ایک دوسرے کی مصیبتوں کے شریک حال رہو۔ آپس میں اتفاق مہربانی اور یگانگت کے ساتھ رہو سب سے ملائم اور میٹھی باتیں کرو۔ اتھروا ۳، ۳۰، ۵

۲۰۔ محض اعمال صالح کرتا ہی پورے سو برس زندہ رہتا ہے اس سے بہتر اور کوئی مسلک نہیں ہو سکتا۔ لیکن تمہارے افعال سے روح پر کوئی دھبہ نہ لگ جائے۔ یجر وید ۴۰، ۲

۲۱۔ دانشمندوں نے تجرد کے زور سے موت پر فتح پائی۔ اتھروا ۱۱، ۵، ۱۹

۲۲۔ خیرات میں دہری برکت ہوتی ہے، لینے والا بھی ماجور ہوتا ہے اور دینے والا بھی۔

۲۳۔ پہلے مستحق مہمان کو دے تو اس کی مہمان نوازی کر تو تب خود کھاؤ۔ اتھروا ۹، ۶، ۳۵

۲۴۔ (خدا کرے) ہم سب خوش ہوں، کاش ہم اپنے افعال کو ضبط و ترتیب اور کفایت کے اصولوں کے مطابق بنا کر سب کو خوش کر سکیں۔ رگ ۵، ۱۵، ۱۴

۲۵۔ ارحم الراحمین! تو تمام طاقت کا سرچشمہ ہے۔ ہم سے بدی، افلاس، کمزوری، ناعاقبت اندیشی، سرد مہری، نفرت، بدخواہی اور تمام (نقائص) معائب کو دور کر۔ رگ ۴، ۱۱، ۶

۲۶۔ مالک! تو سرکشوں کو اطاعت کے لئے مجبور کرتا ہے تاکہ لوگ دھرم کے سیدھے راستے لگیں اور ان کے تو اہم آہنگی کے ساتھ نشو و نما پائیں ہمیں اپنے قوانین و احکام کی تعمیل کرنے کی توفیق دے۔ رگ ۱، ۵۱، ۹

۲۷۔ تو کج راہوں کو شریف، پاک باطن اور راست باز لوگوں کی صحبت میں لاتا ہے۔
رگ ۱ ؍ ۱۳۲ ؍ ۴

۲۸۔ کیا تم سب مل جل کر فرض کے راستہ پر چلتے ہو۔ کیا تم امن کے ساتھ اپنی بہبودی کے ذرائع سوچتے ہو، کیا تم از دیاد علم کی غرض سے آپس میں متفق ہو جاتے ہو، کیا تم عالموں کے نقش قدم پر گام زن ہو۔
رگ ۸ ؍ ۴۹ ؍ ۲

۲۹۔ اے لوگو! اپنی قوتیں کل بنی نوع انسان کی بہبودی کو بڑھانے میں لگا دو۔ محبت اور یگانگت تمہارے آپس کے تعلقات کی خاص خصوصیتیں ہوں۔ تمہارے دل کی حرکت تمام انسانی قلوب کی حرکت کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔
رگ ۸ ؍ ۴۹ ؍ ۴

۳۰۔ طمانچہ کا جواب طمانچہ سے نہ دو۔ کسی سراپ کے بدلے سراپ نہ دو اور نہ سفیہا نہ عیاری کے جواب میں رذیلا نہ چالیں چلو بلکہ طمانچوں اور بد دعاؤں کے بدلے میں دعاؤں کی بوچھار کر دو۔
رگ ۱ ؍ ۴۱ ؍ ۸

۳۱۔ مالدار لوگ بھکاریوں کو کھلائیں۔ دولت ایک دوڑنے والی گاڑی کے پہیوں کی لپک کی طرح ہے یہ کبھی ایک کے پاس آتی ہے اور کبھی دوسرے کے پاس۔ رگ ۱۰ ؍ ۱۱۷ ؍ ۵

۳۲۔ کنجوس کی دولت بیکار رہتی ہے تحقیق لہ یہ اسکی تباہی کا باعث ہوگی۔ رگ ۱۰ ؍ ۱۱۷ ؍ ۶

۳۳۔ اے خدا! تو قوت مطلق ہے۔ ہم کو طاقت دے۔
تو قوت ہے ہمکو قوت دے۔
تو ذیشان ہے ہمکو شاندار بنا۔
تجھ میں حق پسندانہ جلال ہے ہمکو بھی یہ طاقت دے۔
تو نور ہے اس سے ہمارے ذہن کو روشن کر۔
یجروید

۳۴۔ روشن اجسام میں امن ہو۔ وسط بحر، خشکی و تری، عالم معدنیات، کرۂ ہوائی اور بلکہ دنیا کے نباتات و حیوانات میں امن ہو۔ ہر جگہ شانتی ہی شانتی ہو۔ ہر جگہ سکون ہی سکون ہو۔
یجروید ۳۶ ؍ ۱۷

یہ ہیں ویدوں کے چند اشلوک جو ہمارے سامنے علم الاخلاق کے اعلیٰ اصول پیش کرتے ہیں

نسل انسانی کی تاریخ کے ایک نہایت قدیم باب کے اقتباسات میں اس قسم کے اصولوں کو دیکھکر کہ جو تمکو بد دعا دے، اوس کو دعا دو، سب سے محبت کرو، ایماندار اور راستباز بنو" ممکن ہے کہ ان لوگوں کو جو افلاطون، سپی نوزا یا سپنسر کے نظام اخلاقیات کے اصولوں کو سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں، ایک طرح کا خوشگوار تعجب ہو۔ مشرقی فلسفہ کی اتھاہ کانوں میں خالص سونے کے ریزے اور درہائے خوشاب دبے پڑے ہیں اور صرف ایک مستقل اور بے تعصبانہ اور ناقدانہ مطالعہ ہی ان اصلی جواہر پاروں کو منظر عام پر لاکر بنی نوع انسان کو فائدہ پہونچا سکتا ہے۔ پروفیسر میکس مولر اور گری فتھ جیسے مشاہیر علما بھی ویدوں کی بلند پایہ معنویت کے مقر ہیں۔

پروفیسر میکس مولر کہتا ہے۔

"ویدمیں ذہن انسانی کے ہر پہلو کا فطری عکس نظر آتا ہے یہی وہ پہلا کلام ہے جو آریائی آدمی کی زبان سے نکلا اسکا تعلق تاریخ عالم اور تاریخ ہندوستان دونوں سے ہے..... جبتک انسان کو اپنی نسل کی تاریخ کے ساتھ دلچسپی باقی ہے اور ہم اپنے کتب خانوں اور عجائب خانوں میں ازمنۂ گزشتہ کے آثار جمع کرتے رہیں گے، اس وقت تک رگ وید کو کتابوں کی اس لمبی قطار میں ہمیشہ پہلی جگہ دیجائیگی۔..........

قدیم مذہبی خیالات کے اس خزانہ کو اپنشدوں کے رشیوں نے اپنے بزرگوں سے ورثاء میں پایا تھا...... اور انہوں نے اس قدیم بنیاد پر وید کی عمارت کھڑی کی جو نہایت اعلیٰ فلسفہ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کا طمانیت بخش مذہب یعنی ویدانت بھی تھا۔"

ڈاکٹر بھنڈارکر کہتا ہے:۔

"کائنات کا تخم اولین خدا ہے، دھرم کا تخم اولین وید میں موجود ہے وید کا نچوڑ اور دھرم کا سرچشمہ ست (یعنی مساوات محبت رحم)

ہے اور پیدائش کی بنیاد دَمْ ہے یعنی ضبطِ نفس یا دَرَدْم ہی
سے موکش یعنی نجات اخروی حاصل ہوتی ہے، یہی کل تعلیم کا
ماحصل ہے۔"

جب کنڈا اور منو جیسے قدیم رشی، اور میکس مولر اور بھنڈارکر سے زمانۂ حال کے فضلا وید ون
کو انسانیت کی قدیم ترین اور متبرک ترین صحائف خیال کرتے ہوں تو ضرور ہے کہ ان میں دہرمیت
کا تخم اولیں پایا جائے وہ (وید) آدمی کو فطرت سے فطرت آفریں کی طرف لیجاتے ہیں، وہ ہندو
کے تار و پود ہیں۔ ان کی حیثیت اس بنیادی چٹان کی سی ہے جس پر ایک سنگین عمارت تعمیر ہو سکتی ہے۔

باب ا

جن سنسکرت اشلوکوں کا باب اول میں حوالہ دیا جاچکا ہے ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

१ मित्रस्य अहं चक्षुषा सर्वाणि भूतानि समीक्षे।

२ सह नाव वतु सह नौ भुनक्तु सह वीर्यं करवावहै
तेजस्विना वधीतमस्तु मा विद्विषावहै.॥

३ प्राणोह सत्य वादिन मुत्तमे लोक आदधत्।

४ अजेष्मा द्या न सामा द्या भूमा नाय सो वयम्।

५ सामा सत्योक्तिः परि पातु विश्वता द्यावा च।

६ अदित्य संतं विदा धणे पूषन्दा नाय चोदय।

७ अपामी वामप विश्वा मना हुति मपा रातिं दुर्विदा मघायतः।

८ अग्ने नय सुपथा राये अस्मान्।

९ नः सर्वा आशा मम मित्रं भवन्तु।

१० प्रियं सर्वस्य पश्यत उत शूद्र उत।

११ मेधां मे वरुणो ददातु।

१२ यां मेधां देवगणाः पितरश्चोपासते तया मामद्य

मेधया अग्ने मेधा विनं कुरु।

१३ परिमाग्ने दुश्चारता द्बाधस्वा मा सुचरिते भज।

१४ अग्ने व्रत पते व्रतं चरिष्यामि, तच्छकेयं
तन्मे राध्यतां इदम हम नृतात् सत्य मुपैमि।

१५ भद्रं कर्णे भिश्रृणुयामदेवाः भद्रं पश्येमाक्ष भिर्यजत्राः
स्थिरै रङ्गैस्तुष्टुवां सस्तनु भिर्व्यशेमदेव हितं यदायुः

१६ अन्योन्य मभि हर्यत वत्सं जातमि वाहया

१७ अनुव्रतः पितुः पुत्रो मात्रा भवतु समनाः।
जाया पत्ये मधुवती वाचं वदतु शांति वाम्॥

१८ मा भ्राता भ्रातरं द्विक्षन्मा स्वसार मुत स्वसा सम्यञ्चः
सव्रता भूत्वा वाचं वदत भद्रया।

१९ ज्यायस्वन्तश्चित्तिनो मा वयोष्ट संराधयंतः
मधुरा श्चरतं अन्यो अन्यो स्मै वल्गुवदंत रात सधो
चीनान्वः संमन सस्कृणोमि.

२० कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेत् शतं समाः। एवं त्वयि
नान्यथेतोऽस्ति न कर्म लिप्यते नरे

२१ ब्रम्हचर्येण तपसा देवा मृत्यु मुपाघ्नत

२२ प्रियं श्रद्धे ददतः प्रियं श्रद्धे दिदासतः

२३ अतिथिर्यच्छेत्रियस्तस्यात् पूर्वो नाश्नीयात्

२४ स्वस्ति मित्रावरुणा स्वस्ति मित्रा वरुणा स्वास्ति प
थ्ये रेवेति स्वस्ति न इंद्र। श्चाग्निश्च स्वस्ति नो अदिते कृधि॥

२५ आरे अस्मदमतिमारे अंह आरे विश्वां दुर्मतिं यन्निपासि
दोषाः। शिवः सहसः सूनो अग्ने यं देव आचित्सचसे स्वस्ति

२६ अनुव्रता यरंध यन्न पव्रताना भूमि रिंद्र:

२७ अपव्रज मिंद्र ब्राह्मण× × × × चिद्रुतम्

२८ संग च्छ ध्वं संवद ध्वम् संवो मनांसि जानताम्

२९ समानोवः आकूति : समाना हृदयानिवः

३० मावो घ्नतं माशपतं प्रति वोचे देव यंतम्

३१ पणी यादि न्ना धमा नाय तव्यान्द्रा धीयां समनुपश्येत
पथां ओ हि वर्ते ते रथ्यव्च क्रान्य मन्यमु पति ष्ठुतं राय:

३२ मो घमन्नं विंदते अप्रचेता: सत्यं ब्रवीमिव ध इत्स तस्य।

३३ तेजोसि तेजो मायि धेहि। वीर्य मसि वीर्य मयि धेहि।
बल मसि बलं मयि धेहि। ओजोसि ओ जो मयि धे हि।
मन्युरसि मन्युं मयि धेहि॥

३४ द्यौः शान्ति रन्तरिक्ष ँ शान्तिः पृथिवी शान्ति राप:
शान्तिरोषधय: शान्ति:॥ वनस्पतय: शान्तिर्विश्वे देवा:
शान्ति: सर्व ँ शान्ति: "शान्तिरेव" "शान्ति:" सामा शा
न्ति रेधी शान्ति:- शान्ति: शान्ति:

باب ۲
اپنشدوں کی اخلاقی تعلیم

اپنشد سنسکرت ادب میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور ویدک فلسفہ کا لب لباب انہی میں ملتا ہے۔ یہی مابعد الطبیعات کے خزانہ کی کنجی ہیں جب سے دور تہذیب کا آغاز ہوا دقیق الفکر اشخاص بعض اہم مسائل کے حل کرنے میں کوشاں رہے ہیں کائنات کا وجود کیونکر ہوا؟ کون اس کا حاکم اور کس طرح یہ نظام قائم ہے! روح انسانی کی ماہیت کیا ہے؟ حقیقی خوشی کس کو کہتے ہیں؟ ہم کو یہاں کس قسم کی زندگی گذارنی چاہیئے؟ اگر بفرض محال ایک اعلیٰ علیم اور قادر ہستی موجود بھی ہے تو اس رہنما طاقت اور انسانی روح کے درمیان کونسے تعلقات قائم ہیں؟ اس بسیط ہستی کی حقیقت کیا ہے وغیرہ؟ اس قسم کے سوالات پیدا کرنا اور ان کے جوابات دینا یہ فلسفیوں کے حصہ میں آیا ہندوستان کے اپنشد کاروں نے اپنی قوت ان گتھیوں کے سلجھانے میں صرف کردی کوئی شخص ایک دفعہ اپنشدوں کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس عہد قدیم کے ہادیوں نے کسقدر سلجھانے والے جوابات دئے ہیں جیسے جیسے کوئی شخص تلاش اور احتیاط کیساتھ انہیں پڑھتا ہے دم آہستہ آہستہ لیکن قطعی طور پر طمانیت کی منزل کی طرف بڑھتا ہے اس کو تخیل کے پر لگ جاتے ہیں اور وہ ایسے مقام پر پہونچا دیا جاتا ہے جہاں ابدی نور موجود ہے اور جس کے چاروں طرف قوی رجائیت سچی امیدوں اور اعلیٰ عقیدت کا ماحول پایا جاتا ہے! اس مقام کے متعلق ہیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہاں پہونچکر تمام شکوک اور شبہات یک لخت زائل ہو جاتے ہیں اور ایسی ہم آہنگی امن اور مسرت کا دور دورہ ہوتا ہے کہ جسکا بیان ناممکن ہے اس زمانہ میں بھی جبکہ مادی علوم کی حیرت انگیز ترقی نے ہمارے تمام اغراض کو اپنی طرف منعطف کر لیا ہے۔ یہیں مہذب یورپ میں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو اپنشدوں کا مطالعہ کرتے اور اس سے اطمینان قلب حاصل کرتے ہیں پروفیسر میکس مولر کہتا ہے۔

"اپنشد کی جگہ دنیائے ادب کے ان نہایت حیرت انگیز افکار میں ہے جو انسانی دماغ

سے کسی زمانہ یا کسی ملک میں ظاہر ہوئے ہیں .... میری نظروں میں وہ صبح کے نور اور پہاڑوں کی صاف ہوا کے مانند ہیں کہ کتنے عام فہم ہیں! اور (بشرطیکہ ایک مرتبہ بھی انہیں سمجھ لیا جائے) کتنے سچے۔"

شوفن ہار کا خیال ہے

"اپنشدوں کا ایک ایک جملہ گہرے، اچھوتے اور بلند خیالات کا حامل ہے اور ایک اعلیٰ، پاک اور حقیقی روح ان کے پورے حصہ پر حاوی وساری ہے اپنشدوں کے مطالعہ کی طرح مفید اور ارفع بنانیوالا دنیا میں اور کوئی مطالعہ نہیں! یہ زندگی میں میری تسکین اور بستر مرگ پر میری طمانیت کا باعث ہونگے۔"

ڈاکٹر پال ڈیوسن کہتا ہے:-

"ویدانت کا نظام، جسکی بنیاد اپنشدوں پر ہے اور جو افلاطون اور کانٹ کے نظاموں کی ٹکر کا ہے، اس ذہانت کا ایک گرانمایہ حاصل ہے جو انسان ابدی حقائق کی تلاش میں صرف کرتا ہے۔"

پس قدرتی طور پر ہندو قلب بھی، جو ابتک نظر فریب اشیاء کی بھول بھلیاں میں گم نہیں ہوا ہے، اس مطالعہ کی طرف خود بخود جھک پڑتا ہے۔ ہندو آنکھ مادی تہذیب کی شعاعوں سے ابتک خیرہ نہیں ہوئی ہے، وہ ویدک تہذیب کے آثار پر ایک پرشوق اور دیرپا نظر ڈالتی اور مسرور ہوتی ہے اپنشدوں کے گرد و پیش رفعت کا ایک ہالہ ہے جو انہی کے ساتھ مخصوص ہے (تمامتر ان کا اپنا ہے)۔

لفظ اپنشد کی تشریح مختلف طریقوں پر ہوئی ہے، پروفیسر گولڈسٹکر پانینی کے تتبع ہوکر یہ رائے رکھتا ہے کہ اپنشد کے معنی یہ ہیں، وہ پراسرار علم جس کا مطالعہ حصول خیر و برکت کی طرف لے جاتا ہے۔

پروفیسر میکس مولر کے خیال میں اس لفظ کا مادہ "سد" یعنی بیٹھنا یا پہونچنا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم ہمکو خدا کے قریب تر لے جاتا ہے اگرچہ اپنشدوں کی تعداد کا صحیح طور پر تعین نہیں ہو سکا ہے لیکن ان میں سے یہ دس نہایت اہم ہیں!

(۱) ایش (۲) کین (۳) کٹا (۴) پرسن (۵) منڈک (۶) براہدارنیک (۷) تے تریا ۔ (۸) سوتیا سوتر (۹) چھاندوگیا (۱۰) مانڈوکیا ۔ ان میں سے بعض ویدوں کے حصے ہیں چھاندوگیا سام وید میں اور مانڈوکیا اتھروید میں داخل ہے۔

ایشوپانشد

اس کا دوسرا نام وجا سانے یا سام ہتوپنشد ہے اور یجروید میں داخل ہے انپشدوں میں یہ مختصر ترین ہے۔

۱۔ تمام کائنات اس اعلیٰ فہیم اور رہنما طاقت سے محیط ہے .... دوسروں کے مال و دولت کے لئے بے چین نہ رہو۔

۲۔ نیک اعمال کرکے پورے سو سال جینے کی خواہش کرو۔ صرف اتنا خیال رہے کہ افعال کی محبت تمکو گھٹا نہ دے۔

۳۔ جو شخص تمام موجودات کو خود اپنی روح کی طرح خیال کرتا ہے وہ ہر التباس اور نکبت سے بری ہے، سب سے محبت کرو۔

۴۔ دولت کی محبت ہماری نظروں سے حق کو اوجھل کر دیتی ہے اس پردہ کو ہٹا دو تا کہ ہم اصل خیر کو سمجھ لیں۔

۵۔ ہم کو راستی کی راہ پر لے چل ۔ (اہدنا الصراط المستقیم)۔

کینو نپشد

۶۔ اس کائنات پر کس طرح حکومت ہوتی ہے! اس کا ضبط و ترتیب کون کرتا ہے؟ وہ جو سامع السامعین، قلب القلوب، اور بصر الابصار ہے، بہادر آدمی اسکی حقیقت کی کنہ کی بدولت خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔

۷۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم اس کا کامل ترین طریقہ پر ادراک کر سکتے ہیں اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ بالکل سرحد ادراک سے پرے ہے، یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم اس کا احساس کریں اگر یہ نہوا تو نقصان عظیم ہوگا۔

۸۔ علم زندگی جاوید بخشتا ہے ۔

۹۔ دانا آدمی اوس کی عظمت کو سمجھکر موت پر فتحیاب ہوتے ہیں۔

کٹھو پنشد

یہ ایک مقبول عام اپنشد ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ رگ وید یا سام وید کا ایک حصہ ہے اس میں چھ ابواب ہیں جن کو والی کہتے ہیں اس کی ابتداء نچکیتا کے ایک افسانہ سے ہوتی ہے جو تمامتر ایک تمثیلی اخلاقی قصہ ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے:۔

نچ کیت واجسروکا بیٹا ہے جس نے غصہ میں آکر اس کو موت کے حوالہ کر دیا فرمانبردار بیٹا یم کے پاس پہونچا اور صبر کے ساتھ تین دن اس کے دروازہ پر بھوکا پیاسا پڑا رہا یم نے اسکی سرگرمی سے خوش ہوکر اس کے تین سوال منظور کئے۔

لڑکے کا پہلا سوال یہ تہا کہ اُسکے باپ کی مصیبت دور ہو اور اس کے قلب کو سکون حاصل ہو دوسرا سوال یہ تہا کہ اسے اوس اگنی کا علم حاصل ہو جس سے انسان راحت کامل کے مقام پر پہونچ جاتا ہے۔ یہ دونوں سوال منظور کئے گئے۔ لیکن تیسرا سوال بڑا بے ڈھب تہا۔ نچ کیت نے چاہا کہ اُسکو انسانی روح کے اسرار سے واقف کر دیا جائے۔ اس نے دریافت کیا کہ آیا فی الحقیقت موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟ یم نے اس سوال کے فوری جواب دینے سے انکار کیا اور کوشش کی کہ لڑکا اس قسم کی معرفت کی جستجو چھوڑ دے۔ اس نے نچ کیت کو ہاتھی۔ گھوڑے اور سونا وغیرہ دینا چاہا۔ لیکن لڑکے نے ان کے قبول کرنے سے یہ کہکر انکار کر دیا کہ یہ سب تو محض فانی ہیں وہ برابر معرفت روح پر مصر رہا۔

پس یم نے اسپر اس حقیقت کو آشکارا کر دیا۔ اس قصہ کا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ ہے اس سے انسان کو یہ درس حاصل ہوتا ہے کہ وہ کام کی باتوں کی جستجو کرے اور حقیقت کو چھوڑ کر چھلاوے کو نہ پکڑے۔

دوسری والی ایک عجیب و غریب شلوک سے شروع ہوتی ہے:۔

۱۰۔ دو راستے ہیں ایک نیکی کا دوسرا عیش کا۔ ممکن ہے کہ پہلا راستہ شروع میں دشوار گذار ہو۔ لیکن آخرکار یہ مسرت کی طرف پہونچا دیتا ہے۔ لذات نفسانی کا راستہ ابتداء میں بیشک خوشگوار ہے لیکن اس کا انجام نکبت ہے۔ دانشمند لوگ پہلے راستہ کو اختیار کرتے ہیں

۱۱۔ وہ لوگ جو دراصل جہالت میں بسر کرتے ہیں لیکن اپنے تئیں عقلمند اور بہادر سمجھتے ہیں وہ اندھیرے میں ٹٹولتے پھرتے ہیں اور ایسے ہیں جیسے کوئی اندھا کسی اندھے کی رہنمائی کرتا ہو۔

۱۲۔ ایک دانا آدمی یہ جانکر کہ روح غیر فانی اور صرف جسم ہی زوال پذیر ہے آلام دنیوی کا شکار نہیں ہوتا۔

۱۳۔ معرفت روح نہ تو بے سروپا بحث سے حاصل ہوتی ہے نہ عقل کی نمائش سے اور نہ محض شاستروں کے مطالعہ سے!

۱۴۔ تیسری والی میں ایک دلاویز تمثیل بیان کی گئی ہے:۔
یوں سمجھو کہ روح ایک گاڑی میں سوار ہے۔ جسم گاڑی ہے، عقل گاڑیبان دماغ باگ ڈور کیطرح ہے اعضا گھوڑے کے طور پر ہیں (اگر گاڑی کو سلامتی کے ساتھ چلانا ہے تو ہر چیز ٹھیک رکھنے کا خیال رکھو جدسکے سات شلوکوں میں اسی تشبیہ کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

۱۵۔ اٹھو، جاگو، عالموں کی نصیحت حاصل کرو، ترقی کا راستہ پرخار ہے، دانشمندوں کا قول ہے کہ اس راستہ پر قدم رکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے (ہوشیار اور خبردار رہو، وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دو، غافل نہ رہو، کام کئے جاؤ)۔

۱۶۔ کامل اور ابدی راحت صرف انہی دلیر، اولوالعزم اور حق جو روحوں کو حاصل ہوتی ہے جو یہ سمجھ لیتی ہیں کہ تمام موجودات میں ایک ہی روح کام کرتی رہتی ہے، دوسری روحوں کو یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔

۱۷۔ خوشی صرف اون لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جو بے لوث اور پاک زندگی بسر کرتے اور حق کی عزت کرتے ہیں۔

(پراس نوپنشد)

۱۸۔ خدا کی معرفت ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتی جو جسمانی، دماغی اور اخلاقی حیثیت سے کمزور ہیں۔

۱۹۔ (یہ معرفت) نیک کرداری، اعلیٰ اخلاقی زندگی بسر کرنے اور علوم کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے۔

(مانڈوک اپنیشد)

تے تریا اپنشد میں ایک گرو کو اپنے شاگردوں کو جب وہ گروکل میں اپنا نصاب ختم کر لیتے ہیں یہ اعلیٰ درجہ کی نصیحت کرنی پڑتی ہے اس خطبہ کو آجکل کی اصطلاح میں قدیم ہندوستان کا کنووکیشن اڈریس (خطبہ تقسیم اسناد فضیلت) کہہ سکتے ہیں یہ خطبہ لفاظی سے بالکل پاک اور ان خطبات کا نمونہ ہے جو مختصر لیکن مفید ہوتے ہیں۔ جب گرو دیدوں کی تعلیم ٹھیک طور پر کر چکتا ہے تو اپنے شاگردوں سے یوں خطاب کرتا ہے:۔

۱۔ سچ بولو۔
۲۔ نیکی کی زندگی بسر کرو۔
اپنے فرائض کو قابل اطمینان طور پر انجام دو۔
۳۔ مطالعہ سے جی نہ چراؤ۔
۴۔ نکوکاری، صادق القولی اور راست کرداری کو ہرگز ترک نکرو۔
۵۔ نیک کرداری کے راستہ کو ہرگز نہ چھوڑو۔
۶۔ ایسے کاموں میں تامل نہ کرو جن سے تمہارا یا سماج کا بھلا ہوتا ہو۔
۷۔ اگر تمھاری تقدیر بکام ہو تو اس پر مغرور ہرگز نہ ہو۔
۸۔ ایسے کام کئے بغیر نہ رہو جن سے تمھارے والدین یا داناؤں کو مدد ملتی ہے۔
۹۔ اپنی ماں کا احترام کرو۔
کاش کہ تیری ماں تیرا خدا ہو۔
۱۰۔ اپنے باپ کا ادب کرو۔
کاش کہ تیرا باپ تیرا خدا ہو۔
۱۱۔ اپنے استاد کی تعظیم کرو۔
کاش کہ تیرا گرو تیرا خدا ہو۔
۱۲۔ اپنے مہمانوں سے مہمان نوازی سے پیش آؤ۔
کاش کہ تیرا مہمان تیرا خدا ہو۔

۱۴۔ صرف ایسے کام کرو جن پر کوئی حرف نہ رکھ سکے۔
۱۴۔ تجھ سے صرف وہی اعمال سرزد ہونے چاہئیں جو ہمارے لئے مفید ہیں دوسرے نہیں
۱۵۔ جو کچھ دو) عقیدہ کا ساتھ دو۔
بغیر عقیدہ کے نہ دو۔
بکثرت دو۔
شرم کے ساتھ دو۔
خوف کے ساتھ دو۔
ہمدردی سے دو۔
یہی حکم ہے یہی تعلیم ہے۔

تے تریا اپنشد

۲۰۔ جو شخص کسی گرو کے مکان میں قیام کرتا ہے، ویدوں کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر خانہ داری میں پڑتا ہے اور اپنے مطالعہ سے غافل نہیں رہتا وہی راحت حاصل کرتا ہے۔

چھاندوگ نپشد۔

۲۱۔ جس نے بری عادتوں کو ترک نہیں کیا، جس کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہے جو اپنے داغ کو یکسو نہیں کر سکتا اسے لکھ پڑھ کر بھی معرفت الہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

کٹھو نپشد

۲۲۔ ہر چیز کا مدار عقل ہے۔

اے تردانپشد

۲۳۔ صرف حق کی فتح ہوتی ہے ناحق کی نہیں ہوتی۔

منڈوک نپشد

تمام اپنشد یہ بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں کہ اعلیٰ ترین معرفت اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ صرف برہم یعنی خدا کی معرفت ہے اور یہ کہ اگر انسان اخلاقی زندگی بسر کرے اور قابل گرودن سے شاستروں کو استقلال اور احتیاط کے ساتھ پڑھے تو وہ اس علم کو حاصل

کر سکتا ہے۔ ان میں تجرد کی زندگی یعنی برہم چریہ پر زور دیا گیا ہے۔ اپنشدوں میں جس قسم کی الوہیت کو پیش کیا گیا ہے وہ معقول قسم کی ہے۔ لیکن اسکی بحث اس رسالہ کی مدنظر سے باہر ہے اپنشدوں میں (آجکل کے) زمانہ تحقیق کا اندازہ قبل از قبل کر لیا گیا تھا معقولات کے جس دور کا پرتو ہندو فلسفہ میں نظر آتا ہے اس کا راستہ اپنشدوں ہی نے تیار کیا' اس نے کپل' کناد اور گوتم جیسے بڑے بڑے دماغی رستم پیدا کئے' شد درشنوں میں ان لوگوں کے حیرت انگیز کارنامے دماغی اور اخلاقی ترقی کے انتہائی نقطۂ عروج کے مظہر ہیں ایک اپنشد میں خدا کو "دھرم وسم اور پاپانودم" دھرم کو قائم رکھنے والا اور پاپ کو مٹانے والا کہا گیا ہے سچا اور ابدی مذہب خدا کی طرف سے آیا ہے اور حق' انصاف' محبت' عفو' رحم ضبط نفس وغیرہ ان ابدی اصولوں کا علم وعمل اس میں داخل ہے اپنشدوں میں اس شاندار اخلاقی مذہب کی تلقین کی گئی ہے۔

باب ۲
اپنشدوں کی اخلاقی تعلیم

سنسکرت اشلوک:۔

(۱) ईशावास्यमिदं सर्वं यत्किंच जगत्यां जगत्।
तेन त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्यस्विद्धनम्॥

(۲) कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेच्छतं समाः।
एवं त्वयि नान्यथेतोऽस्ति न कर्म लिप्यते नरे॥

(۳) यस्मिन् सर्वाणि भूतानि आत्मैवाभूद्विजानतः।
तत्र को मोहः कः शोक एकत्वमनुपश्यतः॥

(۴) हिरण्मयेन पात्रेण सत्यस्यापिहितं मुखम्।
तत्त्वं पूषन् अपावृणु सत्यधर्माय दृष्टये॥

(۵) अग्ने नय सुपथा राये अस्मान्।

(۶) केनेषितं प्रेषितं मनः केन प्राणः प्रथमः प्रैति युक्तः। श्रोतस्य श्रोत्रं

मनसो मनो यद्वाचो ह वाचं स उ प्राणस्य प्राणः चक्षुषः चक्षुःअति-
मुच्य धीराः प्रेत्यास्माल्लोकाद् मृता भवन्ति।

(७) नाहं मन्ये सुवेदेति नो न वेद ति वेद च।
यो नस्तद्वेद तद्वेद नो न वेदेति वेद च।
इह चेदवेदीदथ सत्यमस्ति न चेदिहावेदीन्महती विनष्टिः।

(८) विद्यया विन्दते ऽमृतम्

(९) धीराः प्रेत्य अस्माल्लोकाद् मृता भवन्ति।

(१०) श्रेयश्च प्रेयश्च मनुष्यमेतस्तौ संपरीत्य विविनक्ति धीरः।
श्रेयो हि धीरोऽभि प्रेयसो वृणीते प्रेयो मन्दो योगक्षेमाद्वृणीते।

(११) अविद्यायामन्तरे वर्तमानाः स्वयम् धीराः पण्डितंमन्यमानाः
दंद्रम्यमाणाः परियन्ति मूढा अन्धेनैव नीयमाना यथान्धाः॥

(१२) अशरीरं शरीरेष्वनवस्थेष्ववस्थितम्।
महान्तं विभुमात्मानं मत्वा धीरो न शोचति॥

(१३) नायमात्मा प्रवचनेन लभ्यः न मेधया न बहुना श्रुतेन।

(१४) आत्मानं रथिनं विद्धि शरीरं रथमेव च।
बुद्धिं तु सारथिं विद्धि मनः प्रग्रहमेव च॥
इंद्रियाणि हयानाहुः विषयां स्तेषु गोचरान्।

(१५) उत्तिष्ठत जाग्रत प्राप्य वरान्निबोधित।
क्षुरस्य धारा निशिता दुरत्यया दुर्गं पथः तत्कवयो वदन्ति॥

(१६) एको वशी सर्वभूतान्तरात्मा एकं रूपं बहुधा यः करोति
तमात्मस्थं ये अनुपश्यन्ति धीराः तेषां सुखं शाश्वतं नेतरेषाम्॥

(१७) तेषामेव ब्रह्मलोको येषां तपो ब्रह्मचर्यं येषु सत्यं प्रतिष्ठितम्॥

(१८) नायमात्मा बलहीनेन लभ्य न च प्रमादात्।

(१९) सत्येन लभ्यः तपसा ह्येष आत्मा सम्यग्ज्ञानेन ब्रह्मचर्येण।

(२०) आचार्यकुलाद्वेदमधीत्य यथाविधानं गुरोः कर्मातिशेषेणाभि-
समावृत्य कुटुम्बे शुचौ देशे स्वाध्यायमधीयानो धार्मिकान्वि-
दधदात्मनि सर्वेन्द्रियाणि संप्रतिष्ठाप्य हि-
यावदायुषं ब्रह्मलोकमभिसंपद्यते न च पुनरावर्तते॥

(२१) नाविरतो दुश्चरितान्नाशान्तो नासमाहितः।
नाशान्तमानसो वापि प्रज्ञानेनैनमाप्नुयात्।

(२२) सर्वं तत् प्रज्ञाने प्रतिष्ठितम्

(२३) सत्यमेव जयते नानृतम्।

باب ۳

شٹ درشنوں کی اخلاقی تعلیم

یا

ہندو فلسفہ کے چھ مکاتب

اپنشدوں کی اعلیٰ تعلیم درشنی فلسفہ کے ظہور کا پیش خیمہ بنی۔ اس دور معقولات میں شٹ درشن کی حیثیت فلسفیانہ تحقیق کے عظیم ترین آثار کی طرح ہے یہ درشن تعداد میں چھ ہیں۔ (۱) کپل کا سانکھیہ نظام (۲) پتنجلی کا یوگ درشن (۳) گنوتم کا نیائے درشن (۴) کناد کا ویشیشک نظام (۵) جیمنی کا پورو میمانسا (۶) ویاس کا اُتر میمانسا۔ ان فلسفیوں کی حیرت انگیز ذکاوت ان کے قوت تعقل کی جودت اور جس متانت سے یہ اپنے مذہبی آراء کی نشر و اشاعت کرتے تھے ان سب چیزوں نے انیسویں صدی کے بہت سے علماء سے بھی خراج تحسین وصول کیا ہے۔ پروفیسر میکس مولر کہتا ہے "فلاسفہ ہند میں جو بات مجھے خاص طور پر پسند ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے اصولوں اور نتائج کے متعلق ہم کو کبھی دھوکے میں نہیں رکھتے اگر وہ مثالیت پسند ہوں اور مثالیت پسندی کے زور میں عدمیت کی حد تک بڑھ جاتے ہوں تو صاف صاف اس کا اقرار بھی کر لیتے ہیں اور اگر ان کا یہ عقیدہ ہو کہ عالم اجسام کا وجود ایک حقیقی اساس کو مستلزم ہے چاہے وہ اساس مرئی یا محسوس نہ بھی ہو تو وہ اس عقیدہ کو صاف کہنے سے ہرگز نہیں جھجکتے! وہ خواہ مثالئیں ہوں یا مادہ پرست، وحدتئین یا ثنوئیین خدا پرست ہوں یا منکر غرض کہ جو کچھ بھی ہوں لیکن مصدقہ طور پر ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل میں جسقدر احترام حق کا ہے اتنا کسی اور

چیز کا نہیں ہے"۔ جب کوئی شخص فلسفہ کے ان نظاموں کا سطحی طور پر مطالعہ کرتا ہے تو اُسے خیال ہو جاتا ہے کہ ان میں بعض متضاد مسائل ضرور ہیں۔ مثلاً ویدانتی کو پکا شالی اور موحدی سمجھا جاتا ہے اور سانکھیہ کو پکا ملحد خیال کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ اساسی خیالات ایسے بھی ہیں جو ہندوستانی فلسفہ کے جملہ نظاموں میں مشترک طور پر پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس حقیقت کو ان سب نظاموں نے جان لیا تھا کہ ہر مادی شئے تغیر پذیر اور ہمارے گرد وپیش نکبت محیط ہے۔ دنیا کو وہ پر از مصائب مانتے تھے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے بہت سے ناقدین نے ہندو فلاسفہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان میں قنوطیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے لیکن پروفیسر میکس مولر اپنی لائق تحسین تصنیف "ہندی فلسفہ کے چھ نظام" میں بہت بجا طور پر لکھتا ہے:۔

"یہ کسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ ہندی فلاسفہ ہمیشہ زندگی کے مصائب ہی کا ذکر کیا کرتے ہیں وہ ہمیشہ یہ رونا نہیں روتے اور نہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ زندگی جینے کے لائق نہیں یہ ان کی قنوطیت نہیں ہے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ جس حقیقت نے ہمارے فلسفیانہ تفکر کو اکسایا وہ یہ تھی کہ دنیا میں آلام کا وجود ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ایک مکمل دنیا میں تکلیف کا کوئی وجود ہی نہ ہونا چاہئے آلام کو انہوں نے ایک طرح کی بے قاعدگی سمجھا جکی کم از کم توجیہ کرنی چاہئے اور اگر ممکن ہو تو اس پر غلبہ ہونا چاہئے۔ الم یقیناً ایک طرح کا نقص ہے اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوا ہو کہ یہ موجود کیوں ہے اور کس طرح معدوم ہو سکتا ہے لیکن ان کا یہ رجحان وہ نہیں ہے جسے ہم قنوطیت کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں"۔

لہذا قدرتی طور پر فلاسفہ کے تمام خیالات شر، رنج اور آلام کی ابتداء کا کھوج لگانے کی طرف مائل ہو گئے دوسرا تصور جو تمام نظاموں کی تہ میں موجود ہے یہ ہے کہ جہالت تمام مصیبتوں کی جڑ ہے اس جہالت یا فقدان معرفت کو مختلف مفکرین نے مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے کہ

Pessimism

(۱) ادھیات مِک ۔ یعنی وہ جو خود ہمارے نفس جسمانی تکلیف اور ذہنی بیماری سے پیدا ہوتے ہیں (۲) ادھی بھوتک جو دوسری ہستیوں سے پیدا ہوتے ہیں (۳) آدھی دیویک جو عناصر سے پیدا ہوتے ہیں ۔ باب ۱، ۱

(۲) اس کی رائے ہے کہ انسانی روح جسم سے مختلف ہے ۔ باب ۱، ۱۳۹

(۳) قید و بند سے آزادی حقیقی علم کی بدولت حاصل ہوتی ہے ۔ باب ۳، ۲۳

(۴) خط یا کرب تب پیدا ہوتے ہیں جب حواس خمسہ کا اتصال معروضات سے ہوتا ہے ۔ باب ۵، ۱۰۶

(۵) نصیحت صرف وہی قابل قبول ہے جو دانشمندوں غیر متعصب اور نیک نیت افراد نے کی ہے اور ایسی نصیحت بمنزلہ قانون کے ہے ۔ باب ۱، ۱۰۱

(۶) اوس شخص کا بول بالا ہوتا ہے جو دنیا کے غیر حقیقی اشیاء سے گہرا تعلق نہیں رکھتا ۔ باب ۲، ۲

کپل ابتداء ہی میں رسموں کے فائدہ سے انکار کرتا ہے، وہ کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا تاوقتیکہ ادراک، استنباط اور ثبوت ان تین قسم کی شہادتوں سے اسکی تصدیق نہ ہو جائے اور چونکہ ایک اعلیٰ اور فاعلی ہستی کا وجود اس طرح کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتا اس لئے وہ اس کا قائل نہیں ہے میکس مولر کہتا ہے :-

"دہریت کا یہ مفہوم اس سے بالکل جدا تھا جو آج ہم سمجھتے ہیں، یہ اس حقیقت کا انکار تھا کہ ایک فاعلی یا محدود شخصی خدا کا تصور ناگزیر ہے، اس حیثیت سے یہ دہریت ان ناستکوں یعنی عدمیوں کی دہریت سے الگ تھی جو کسی ارفع، ماورائے احساس اور الٰہی چیز کے وجود کے قائل ہی نہ تھے "

یہ فلسفہ ثنوی ہے اس کی رو سے وجود دو اساسی مبداوں پر مشتمل ہے، یعنی موضوع اور معروض، انا اور غیر انا، ذات اور غیر ذات، معروض سے مراد پرکرتی ہے یا فطرت ہے جو ایک غیر ظاہر، ابدی اور بسیط مبداء کی حیثیت رکھتی ہے ۔ کپل شعیث ارتقائی (مسئلہ ارتقاء کا قائل) ہے اس کے نزدیک تمام عالم، روح کے سوائے ہر شے کا ارتقاء اسی بسیط حالت سے ہوا ہے، ارتقاء

کی ترتیب متجانس سے غیر متجانس کی طرف لطیف سے کثیف اور آسان سے پیچیدہ کی جانب ہے۔ غیر منقسم پراکرتی کو تین طاقتوں ستو، رجس اور تمس کے توازن کی حالت خیال کیا گیا ہے۔ (۱) ایک مستقل ہستی کی قوت (۲)، قوت جاذبہ (۳) قوت دفاعیہ۔ جن مختلف معروضات کا ہمیں تجربہ ہوتا ہے ان کا ارتقاء ایک غیر متمائز غیر صوری جوہر اول یا پورو شن یعنی روح کے عمل کی وجہ سے ہوا ہے جو تعقل کا مبداء ہے کپل کی رائے میں ہر روح ایک مستقل بالذات چیز ہے اور لاعلمی کی بندشوں سے آزاد ہو کر اپنی ایک علیحدہ زندگی بسر کرتی ہے وہ مسئلہ تناسخ کا معتقد ہے اور دعوے کرتا ہے کہ روح کے ساتھ جسم لطیف (لنگ سریر) نفس اور عناصر اولیہ بھی تناسخ پذیر ہوتے ہیں۔ جب روح کو قوت تمیز حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو عالم معروضات سے جدا سمجھ لیتی ہے تو تناسخ کی زنجیر ٹوٹ جاتی اور وہ آزاد ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ خود اپنی ہیئت کے پر راحت تصور اور جلال میں اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔

یوگ درشن

تینجلی اس یوگ کے مقولوں کا مصنف ہے کتاب چار ابواب میں منقسم اور تقریباً دو سو سوتروں پر مشتمل ہے۔ یوگ پر جو مشہور کتاب اس نے لکھی ہے اس کے علاوہ اس نے پانینی کی صرف و نحو اور خواص الادویہ پر بھی مبسوط شرحیں لکھی ہیں۔ ایک قواعد داں اور طبیب ہونے کی حیثیت سے وہ فلسفہ کی تصنیف کے لئے نہایت ہی موزوں ہے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ انسان کی جسمانی، دماغی اور روحانی تینوں قسم کی ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔

لفظ یوگ کے معنی اتفاق ہیں یہ ایک مادہ سے بنا ہے جس کے معنی 'ملانا' ہیں یہ ایک علم ہے جو ہمیں انسانی روح کو اعلیٰ ترین روح سے واصل ہونے کا طریقہ سکھاتا ہے۔ مصنف کا عقیدہ ہے کہ خدا، انسان اور مادہ تینوں ہم وجود اور مستقل بالذات ہستیاں ہیں۔ انسان پاکیزگی کی ابتدائی حالت سے گر کر مادہ میں مبتلا ہو گیا ہے اور یہ علم یوگ روح کو اس (مادہ) کے پھندوں سے آزادی دلانے کا طریقہ سمجھاتا ہے یوگ کے بتائے ہوئے متعدد طریقوں میں سب سے بہتر اور آسان ترین مسلک عشق الٰہی ہے۔ خدا کے ساتھ دل و جان سے محبت کرنا بہت جلد تمام دماغی اعمال و وظائف کو روک دیتا ہے وہ

اوصاف جن کے پیدا کرنے کی ہر (سالک) کوسعی کرنی چاہیئے حسب ذیل ہیں:۔

"جب وہ خوش دل لوگوں سے ملے تو خوشی ظاہر کرے بلکہ اس کو محسوس بھی کرے اس کو ان سے کسی قسم کا حسد نہیں کرنا چاہیئے جو لوگ تکلیف میں ہیں ان پر ترس کھانا چاہیئے اس کو دوسروں کے مصائب کی طرف سے سنگدل نہیں ہونا چاہیئے وہ نیکوں کے ساتھ حلیم ہو اور گنہگار سے نفرت نہ کرے" (مقدمہ پتنجلی یوگ سوتر از رائے بہادر ایس۔ پی واسو دفتر پانی نی) پتنجلی تمامتر ذہن کی یکسوئی سے بحث رکھتا ہے۔ یوگ ذہن کے تمام افعال و وظائف کے حق میں ایک طرح کی قید اور پابندی ہے تا اس اور راستوں کو چھوڑ کر وہ صرف اعلیٰ ترین مسرت کے راستہ پر پڑے۔ اطمینان قلب حاصل کرنے میں شک، غفلت، پرجوش لگاؤ اور غلط ادراک غرض کہ طرح طرح کے موانعات کا سامنا ہوتا ہے۔ تہذیب خودی کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ پہلے انہیں دور کر دیا جائے۔ یوگ کے لوازمات آٹھ قسم کے ہیں:

۱۔ یم۔ ضبط کی مشق کرو۔ اس کی پانچ ذیلی قسمیں ہیں۔ باب ۲، ۳۰

(۱) اہمسا ضرر رسانی سے پرہیز (ب) ستیہ۔ راستی (ج) استیہ۔ چوری سے پرہیز (د) برہمچریہ۔ پرہیزگاری (ہ) اپری گرہا۔ طمع سے پرہیز۔

ویاس نے جو شرح اس سوتر پر لکھی ہے وہ بڑی پاکیزہ ہے وہ اہمسا کی تعریف اس طرح کرتا ہے:۔

اہمسا کے معنی کسی جاندار مخلوق کو کسی طرح اور کسی وقت بھی ایذا نہ پہونچانے کے ہیں صداقت کے معنی یہ ہیں کہ قول اور خیال واقعات کے مطابق ہوں کلام ایک شخص کے علم کو دوسرے تک منتقل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اس کو صرف دوسروں کی بھلائی کے لئے استعمال کیا جائے نہ کہ مضرت رسانی کے لئے۔ اگر کلام سے مخلوق کو آزار پہونچے تو یہ راستبازی نہیں ہے بلکہ محض ایک گناہ ہے، پہلے ہر شخص اچھی طرح تول لے پھر حق بات کہے جس سے دوسروں کی بہبودی ہو، دوسروں کی چیز کو ناجائز طریقہ پر اپنی بنانے کا نام چوری ہے، چوری سے اجتناب کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اس کی خواہش تک بھی نہ پائی جائے۔ پرہیزگاری تو الدوتناسل کی قوت کو روکنے کا نام ہے، جن احساسات سے لغزش پیدا ہوتی ہے مثلاً عورتوں کو دیکھنے

یا ان سے بات کرنے کی خواہش، انہیں روکنا چاہیئے۔ نقدان طمع سے یہ مراد ہے کہ پرائی چیزوں کو اپنی ملک نہ بنایا جائے۔ حرص علائق کی طرف لیجاتی ہے اور علائق تکرار عیش ونشاط کی طرف۔

۲۔ نی یم یعنی لمحوظات خاطر کی پانچ ذیلی قسمیں ہیں:۔

لمحوظات خاطر یہ ہیں (۱) جسم اور ذہن کی صفائی (۲) قناعت (۳) مزکی عمل (۴) مطالعہ اور (۵) خدا کو تمام افعال کا منشا یا غرض بنانا۔ جسم کی صفائی پانی سے ہوسکتی ہے اور پاک اور نافع چیزیں کھانا اس میں داخل ہے۔ باطنی صفائی سے مراد ذہن کو پاک رکھنا اور اُسکو برے خیالات اور رجحانات سے ہٹا لینا ہے۔ قناعت نام ہے اُس ادنیٰ خواہش کے ہٹانے کا جو موجودہ لوازمات زندگی میں اضافہ کرنے کے متعلق ہوا کرتی ہے۔ مزکی اعمال سے ضدین کا عمل مراد ہے مثلاً گرمی اور سردی کی برداشت۔ مطالعہ اصولی علم حاصل کرنے اور لفظ اوم کا ورد رکھنے کا نام ہے۔ ایشور کو تمام افعال کی غرض قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ جتنے اعمال ہوں سب مقصد ربانی کی بجا آوری کے لئے ہوں۔

۳۔ آسن (۲، ۴۶) स्थिरसुखमासनम् جسم کا صحیح قیام اور ٹھیراؤ، یکسوئی ذہن میں مدد دینے والے کئی آسنوں کا بیان کیا گیا ہے۔ یہ جسمانی ورزش کی حیثیت سے بھی مفید ہیں۔

۴۔ پرانا یام:۔ ضبط تنفس، گہرا سانس جسمانی طاقت کو قائم رکھنے اور یکسوئی میں مدد دیتا ہے۔

۵۔ پیر تیا ہار:۔ ضبط حواس، مختلف اعضا مختلف خواہشات رکھتے ہیں، ان پر اختیار کلی ہونا چاہیے اس کا نام تجرید ہے۔

۶۔ دہارنا:۔ یعنی ذہن کو کلیتہً کسی خاص خاص شئے میں منہمک رکھکر اسمیں استقلال پیدا کرنا۔

۷۔ دہیان:۔ یعنی صرف ایک شئے کا تصور۔

۸۔ سمادہی:۔ گہرا مراقبہ یا استغراق جس سے ذہن کامل طور پر مجتمع اور ایک شئے پر قائم رہتا ہے۔ یہ آٹھ لوازمات ذیل کے گر میں بتائے گئے ہیں۔

باب ۲، ۲۹ यमनियमासनप्राणायामप्रत्याहारधारणाध्यानसमाधयोऽष्टावङ्गानि.

وہ یوگ کی اس طرح تعریف کرتا ہے:۔

باب ۱، ۲ योगश्चित्तवृत्तिनिरोधः:-

یوگ ذہنی تبدیلی کی روک تھام کا نام ہے ۔ ذہن پر قابو اس طرح حاصل ہو سکتا ہے ۔-

अभ्यास वैराग्याभ्याम तन्निरोध :- باب ۱، ۱۲

فقدان خواہشات سے ذہن پر قابو پایا جا سکتا ۔ ذہن کا بہاؤ دو طرح کو ہے یعنی خیر کی طرف بھی اور شر کی جانب بھی وہ بہاؤ جو علم تمیز کے میدان سے ہو کر کامل آزادی کی طرف جاری ہے سیل مسرت کہلاتا ہے وہ جو غیر ممتاز جہل کے میدان میں ہو کر رواں ہوتا ہے سیل معاصی ہے ان میں سے مرغوبات کا بہاؤ فقدان خواہشات کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے اور اگر ذہن کو علمی تجارب کا عادی بنا لیا جائے تو سیل تمیز نمایاں ہو جاتا ہے ۔ پس ذہنی تبدیلی کا انسداد ان دونوں پر منحصر ہے ۔

तत्र स्थितौ यत्नो अभ्यास: (۱، ۱۳)

ان میں سے مشق تسلسل حاصل کرنے کی کوشش کا نام ہے ۔ تسلسل اس حالت کو کہتے ہیں جبکہ ذہن کا بہاؤ تبدیلیوں سے آزاد ہو کر بلا مزاحمت اور سکون کے ساتھ ہو ۔ ہر معاملہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے تسلسل لازمی ہے ۔

وہ کونسی مزاحمتیں ہیں جو ذہن کو منتشر کر دیتی ہیں ؟
اس کا جواب ذیل کے سوتر میں دیا گیا ہے ۔

व्याधिस्त्यान संशय प्रमादालस्या विरती भ्रान्ति-
दर्शनालब्ध भूमिकत्वानवस्थितत्वा निचित्त विक्षेपास्तेअन्त-
राया :- (باب ۱، ۳۰)

بیماری، افسردگی، تذبذب، بے پروائی، کاہلی، شہوت پرستی، مغالطہ، خطا اور تلون مزاجی یہ رکاوٹیں ہیں جو انتشار پیدا کرتی ہیں ۔ ذہن کس طرح پاک ہو سکتا ہے ؟

मैत्री करुणा मुदितो पेक्षाणां सुख दुःख पुण्या पुण्य विषयाणां
भावनातश्चित्त प्रसादनम्.

(باب ۱، ۳۳)

دوستداری، دردمندی، شفقت کی عادات پیدا کرنے اور مسرت، رنج، خیر اور شر کی

طرف سے بے نیازی کی عادت ڈال لینے سے ذہن کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

तपःस्वाध्यायेश्वरप्रणिधानानि क्रियायोगः- (باب ۲' ۱)

مزکی اعمال، مطالعہ اور خدا کو محرک عمل قرار دینا، یہ عمل کا یوگ ہے۔

अहिंसाप्रतिष्ठायां तत्सन्निधौ वैरत्यागः- (باب ۲ ۳۵)

جس شخص میں بے آزاری کی عادت راسخ ہوگئی ہے اس کا کوئی دشمن نہ ہوگا۔ سب اسکو عزیز رکھیں گے۔

گوتم کا نیائے درشن فلسفہ سے زیادہ ایک منطقی نظام ہے۔ اس میں روح برتر کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے اور استدلال کے طریقوں سے بحث ہوتی ہے۔ اس کی منطق استخراجی اور استقرائی دونوں ہیں گوتم کے نظریں بہ انتہا نازک ہیں اس بڑے سے بڑا حجتی منطق دال آگے نہیں جاسکتا۔ اس میں استخراجی تخصیص اور استقرائی تعمیم کو اس طرح ترکیب دیا ہے کہ ارسطو اور مل کے نظامات پیش نظر ہوجاتے ہیں۔ وشیشک درشن میں علوم طبعی کے اصولوں کا ذکر ہے اس نظام کے اساسی اصول یہ ہیں کہ تمام مادی اشیاء مجامع سالمات ہیں اور بحیثیت مجامع ہونے کے فنا پذیر ہیں۔ حالانکہ سالمات بجائے خود ابدی، غیر مرئی اور غیر محسوس ہیں سالمات کا یہ مجموعہ عضوی بھی ہوسکتا ہے اور غیر عضوی بھی۔ لیکن ان دونوں رسالوں کا نفس موضوع ہمارے موضوع بحث کی حد سے باہر ہے ان بدعتی مکاتب کی نشو و نما کے پہلو بہ پہلو پورما میانسا اور اُترمیا نسا دو شرعی نظامات قائم ہوگئے۔ اعلیٰ ترین ہستی کا جو تصور ویدانت میں پیش کیا گیا ہے اتنا ارفع تصور انسان آجتک پیش نہیں کرسکا ہے "اعلیٰ ترین ہستی واحد الوجود، لامتناہی، ناممکن البیان کی غیر متغیر ہے، حاکم کل ہے، صداقت، دانش، ذات، مسرت سب کچھ وہی ہے"۔ اس کل کائنات کا مبدا وہی ہے۔ وہ اسی کے دم سے زندہ ہے اور اسی میں فنا ہوکر مل جائیگی۔ سوامی سنکراچاریہ ویدانتی فلسفہ کا شارح اعظم ہے، اس کا خیال ہے کہ برہم کے سوا ہر شئے فریب ہے، صرف برہم حق ہے۔

ویدانت کا اخلاقی مطمع نظر فی الحقیقت بہت بلند ہے ذیل کے درشنوں میں افتسال علم میں امتیاز کیا گیا ہے۔

अपराविद्या علم علوی جسکی ماہیت روحانی ہے (۲) علم سفلی परा विद्या. (۱)
یعنی دنیا کا علم جو تجربہ حسی سے حاصل ہوتا ہے روحانی جلا کے لئے اخلاقی ضبط کی ضرورت ہے۔
یہی اس ویدانت کی عملی اخلاقیات کی اصل الاصول ہے جس کا بلند ترین مطمح نظر وہ وحدانیت ہے جس
میں میں اور تو' میرا اور تیرا کی کوئی تمیز نہ ہو" اس کا ایک اور مطلب یہ ہے کہ سب سے پاک اور
بے لوث محبت کی جائے۔ فلسفہ ویدانت عالمگیر محبت
کے اصولوں کی تعلیم دیتا ہے کردار کے دو اور اصول نفس کشی اور ایثار
ہیں۔

شنکراعلم کا قول ہے" فرض کے راستہ سے ہرگز بے راہ نہو" اور وہ محبت، عفو، خیرات
اور انکسار ان صفات کی مشق پر زور دیتا ہے۔ ویدانتی تمام کائنات کو اپنا خاندان سمجھتا ہے
اسے امید ہے کہ سادگی' پاکیزگی اور پارسائی کی جو زندگی میں اس دنیا میں بسر کرونگا' اس کی بدولت
ایک دن خدا سے واصل ہو جاؤنگا اس وقت میرے تمام آلام جاتے رہیں گے اور میں کامل
ترین برکت سے لطف اندوز ہونگا" دوسروں کے لئے جیئو" یہ اس کا اس دنیا کا اصول عمل ہے۔

ڈاکٹر پال ڈیوسن فلسفہ ویدانت کے متعلق کچھ معنی خیز کلمات کہتا ہے:۔
"اپنی ہی طرح اپنے ہمسایہ سے محبت کرو لیکن کیوں؟ تقاضائے فطرت کے
بموجب میں صرف اپنی ہی ذات کے رنج و راحت کو محسوس کرتا ہوں نہ کہ اپنے
پڑوسی کی ذات کے۔ وید میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے اور اس گر میں
موجود ہے کہ "تت توم آسا" اس گر کے تین لفظوں میں مابعدالطبیعات اور
اخلاق سب موجود ہیں۔ تم اپنے ہمسایہ سے ویسی ہی محبت کرو جیسی اپنے
آپ سے کرتے ہو۔ کیونکہ تم خود اپنے ہمسایہ ہو تمہارا یہ خیال کہ میرا ہمسایہ مجھ سے
علیحدہ کوئی چیز ہے' محض التباس ہے۔ بقول گیتا کے جو شخص اپنی ذات کو ہر شئے
میں اور ہر شئے کو اپنی ذات میں پہچانتا ہے وہ کبھی اپنی ذات سے اپنی ذات کو ایذا نہیں پہونچائیگا.....
چونکہ وہ اپنے آپ کو ہر چیز محسوس کرتا ہے اس لئے اسے کسی شئے کی خواہش
نہ ہوگی کیونکہ جو کچھ مل سکتا ہے وہ سب کچھ اس کے پاس موجود ہے۔

چونکہ وہ اپنے آپ کو ہر چیز محسوس کرتا ہے۔ اس لئے کسی کو دکھ نہ دیگا۔
اپنی غیر تحریف شدہ شکل میں ویدانت پاکیزہ اخلاق کی سب سے زبردست پشتی بان اور زیست و موت کے آلام میں سب سے بڑی تسکین ہے' اے ہندوستان والو اس سے وابستہ رہو'!

باب ۴

منو کے اصول اخلاق

ہندو مقنن اعظم منو تمام آریائی نسل کا جد امجد کہلاتا ہے۔ اسکی سمرتی یعنی مجموعہ قوانین بلاشک ایک نادرہ روزگار کتاب ہے اور اسمیں اس مفکر اعظم نے ایسے ایسے مختلف مسائل سے بحث کی ہے جو آج بیسویں صدی میں بھی حل کے محتاج ہیں یہ ممکن ہے کہ ایک نقادانہ رجحان رکھنے والا قاری منو کے تمام آراء کے ساتھ اتفاق نہ کرے بہر حال اتنا یقینی ہے کہ منو نے تعلیمات، حفظان صحت، مختلف اشکال حکومت، ایک شہری کی خانگی اور اجتماعی زندگی، چاروں آشرموں اور ورنوں کے فرائض اور ذمہ داریوں ان سب مسائل پر جو بحث کی ہے وہ قابل ستائش طریقہ پر کی ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں ہو سکتا کہ اس کی سمرتی (علم سیاست مدن) معاشرتی تنظیم پر ایک قابل قدر کتاب ہے یہ سچ ہے کہ اس میں دوسری متعدد سنسکرت تصانیف کے مانند بہت سے تصرفات ہیں اور ایک عیب جو قاری کو اسمیں ایسے بہت سے شلوک ملتے ہیں جن میں متناقص بیانات موجود ہیں لیکن یہ ضرور ماننا چاہئے کہ بحیثیت مجموعی کتاب کی اسپرٹ شریف الخیال بنانے والی ہے اور اس میں متعدد بلند خیالات موجود ہیں کم از کم اخلاق اور تعلیم کے جو مطامع نظر پیش کئے گئے ہیں یقیناً ہر طرح سے اعلیٰ ہیں بعض اوقات وہ ہمیں اس امر کے سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ آیا واقعی ہم ان سے آگے بڑھ آئے ہیں یا ان سے پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں بسا اوقات ہم کو لازماً یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ منو ایک معقولی ہے اور اگر کبھی ہندوستان میں انگلستان کی آر۔پی۔اے۔[1] کی کوئی انجمن قائم ہوئی تو اس کے حامی آسانی سے منو سمرتی کو اٹھا کر اس کا ایک سستا نسخہ شایع کر کے ایک ہندوستانی فلسفی اور مفکر کی تصنیفات کی اشاعت کو وسیع تر بنا سکتے ہیں۔ اسلوب زندگی

[1] R.P.A. ریشنلسٹ پریس اسوسی ایشن۔

کا جو مطمح نظر وہ پیش کرتا ہے وہ کسی خاص ملک، نسل یا منزلِ حیات کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ایسا ہے کہ اگر ہر زمانہ اور ہر ملک کے صحیح الرائے اصحاب اسکی جستجو کریں اور اس کے لئے جاں تک عہد وید میں تو بھی بجا ہے نیکیوں کی نشو و نما کی اس نے جو تشریح کی ہے اس میں تفحص اور غائر خیالی کے گہرے نشانات ملتے ہیں اس کا صرف ایک اشلوک جس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں علم اخلاق یا دھرم کا نچوڑ ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اتنی مختصر جگہ میں اتنی دانائی اور سمجھ بھر دی ہے تو ہمارے سر عہد وید کے اس فلسفی مدبر کی ذکاوت کے آگے تعظیماً جھک جاتے ہیں۔

کہتا ہے:-

धृति : क्षमा दमो ऽस्तेयं शौच मिन्द्रियनिग्रह :-
धी र्विद्या सत्यम क्रोधो दशकं धर्मलक्षणम॥ منو ۶/۹۲

"دلیری، عفو، ضبطِ نفس، قبضہ ناجائز سے اجتناب، جسم اور ذہن کا تزکیہ، حواس کو پراثر طریقہ پر منضبط رکھنا، عقل، علم، صداقت اور غصہ کو مٹانا یہ دسوں کے دسوں نیک اعمالی اور نیکی کے خصوصیات ہیں۔"

اس تقسیم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کے نشو و نما کے ساتھ ساتھ یہ اوصاف کس طرح بڑھتے اور رفتہ رفتہ پہچانے جاتے ہیں۔ ان میں ہمکو دلیری سب سے اوپر نظر آتی ہے اور کوئی شخص اس اہمیت کا منکر نہیں ہو سکتا۔ اس وصف سے متصف ہونا زندگی میں کامیابی کے لئے لابدی ہے اس کے بغیر نہ تو کوئی تحریک بارور ہو سکتی ہے اور نہ کوئی کامیابی ممکن ہے۔ برطانیہ کے مقبوضات سے آفتاب محض اس وجہ سے کبھی غروب نہیں ہوتا کہ انگریز اصحاب عمل میں ناقابلِ تسخیر ہمت ہے۔ قدیم زمانہ میں اس خوبی کے اظہار کی ضرورت میدانِ جنگ میں ہوتی تھی۔ لیکن انسانی سرگرمیوں کے تمام شعبوں میں اس وصف کی اہمیت آج بھی بجنسہ باقی ہے۔ جب کوئی ساجی مصلح سوسائٹی کی دکھتی رگ پکڑتا یا کوئی سائنس داں کسی جدید نظریہ کا انکشاف کرتا ہے تو پہلا وصف جسکی مدد کی اس کو ضرورت ہوتی ہے "ہمت" ہے اور اس صورت میں اسے "اخلاقی جرأت" کا نام دیا جاتا ہے۔

ہمت سے فتح حاصل ہوتی ہے اور فتح طاقت کی طرف لیجاتی ہے یہی موقع ہے کسی شخص کو

اپنے ماتحتوں کے ساتھ ترحم سے پیش آنے کے زیادہ مواقع حاصل ہوا کرتے ہیں۔ پس رحم جو خود خدا کی ایک صفت ہے، صرف اون لوگوں پر کرنا چاہیئے جو اس کے مستحق ہوں اقتدار یا مرتبہ سے دولت حاصل ہوتی ہے اور ممکن ہے اسکی دلاویزیاں صاحب دولت کو گمراہ کر دیں اس لئے ضبط نفس کی مشق کرو دوسروں کو ان کی دولت یا کسی اور مادی ملک سے محروم نہ کرو۔ دنیا تحریصات سے بھری ہوئی ہے اور ایک دولتمند کے لئے یہ تحریصات اور زیادہ ہیں اس واسطے تزکیہ جسم اور ذہن قائم رکھو ورنہ خسارہ میں رہو گے ان سب کے ساتھ ساتھ ذہنی تربیت بھی بہت ضروری ہے اس لئے اس کے بغیر معصیت کی زیادتی ہوتی ہے جو دماغ کی ایک بیماری ہے۔ سچائی اور فقدان غضب بھی بے انتہا ضروری ہیں ان کی وجہ سے سماج میں بحیثیت مجموعی طمانیت اور مسرت پیدا ہوتی ہے فی الحقیقت یہ دس احکام اس قابل ہیں کہ انہیں بنی نوع انسان کے احسان مندوں پر سنہری حروف سے لکھا جائے۔

۱۔ پانی جسمانی کثافتوں کو دھوتا ہے ذہن کی رفعت راستبازی سے ہوتی ہے۔ انسانی روح علم اور حقیقی ریاضت کرنے سے بلند ہوتی ہے۔ ذہن کی صفائی شریفانہ خیالات سے ہوتی ہے

باب ۵، ۱۰۹

دہرم کیا ہے؟ معقولی منو اس کا جواب یوں دیتا ہے:۔

(۲) سمجھ لو کہ دہرم — کردار — وہ ہے جس پر اعلیٰ معنوں میں عالم لوگ چلتے ہیں جو رعونت فرط محبت اور نفرت سے پاک ہیں۔ دہرم وہ ہے جسکو وجدان پسند کرتا ہو۔ باب ۲، ۱

علم کا محل کہاں ہے؟ منو جواب دیتا ہے:۔

۳۔ اخلاقی چیزوں کے متعلق حکم (۱) الہام (۲) منقول (۳) سنت صالحین اور آخر میں (۴) وجدان کی اندرونی تشفی میں پایا جاتا ہے (یہ آزمائش کے ان طریقوں کا مجموعہ ہے جو بہت کچھ مشہور رہیں)

بلاشبہ یہ ایک طرح کی اپیل ہے جو عقل کی برتری کے سامنے پیش کی گئی ہے تاکہ وہ ایک ایسا نظام اخلاق قائم کرے جو تجربہ پر پورا اترے اور من مانے مفروضات سے بے نیاز ہو۔

۴۔ ایذارسانی سے بچنا، راستبازی، ایمانداری، پاکیزگی، ضبط حواس

یہ دستور الہدایت اسکی ایک مختصر شکل ہے جو چاروں ذاتوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ (۱۰، ۶۳)

(۵) جو مسرت کے جویا ہیں انہیں چاہیے کہ قانع ہوں! قناعت مسرت کی بنیاد ہے ادنی درجہ کی امنگیں مصیبت لاتی ہیں۔ (۴، ۱۲)

(۶) حق بات کہو اسے کڑوی نہ بناؤ، میٹھا جھوٹ نہ بولو یہی قدیم قانون ہے۔ (۴، ۱۳۸)

(۷) جو دانشمند ہے اس کو عزت کی زیادہ فکر اور بے عزتی کا مطلق خیال نہیں کرنا چاہئے ورنہ اس کی طمانیت نفس میں خلل واقع ہوگا۔ (۳، ۱۲۲)

(۸) مستحق مہمان کے ساتھ مہمان نوازی سے پیش آنا دولت، شہرت اور درازی عمر اور مسرت بخشتا ہے۔ (۳، ۱۰۶)

(۹) دست نگری یا غلامی بدبختی ہے آزادی مسرت بخشتی ہے (اپنی مدد کرنی سیکھو اور ذلیل خوشامد اور بے توقیر کرنیوالی ملازمت کے لئے بے چین نہ رہو) (۴، ۱۶۰)

(۱۰) صرف وہی اعمال کرو جسپر تمہارا ضمیر آفریں کہے۔ دوسرے کاموں سے کنارہ کرو۔ (۴، ۱۶۱)

(۱۱) نیک اعمال زندگی کا مہتم بالشان دستور العمل ہے۔ (۱، ۱۰۸)

(۱۲) استاد ایک عالم آدمی کا مجسم نمونہ ہوتا ہے، باپ برہم کی جگہ ہے یعنی خالق کی اور ماں بمنزلہ زمین کے ہے کیونکہ وہ ہمیں پالتی اور ہماری آسائشوں کا خیال رکھتی ہے، بھائی خود ہماری ذات کے مانند ہے ان سب کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرو، ان کے آرام پر نظر رکھنا بجائے خود ایک ریاضت ہے۔ کوئی کام کرو تو پہلے ان سے مشورہ لو (اپنے باپ، ماں، بھائی اور استاد کا احترام کرو)۔ (۲، ۲۲۵، ۲۲۸-۲۹)

(۱۳) جب کوئی مہمان[ا] تمہارے ہاں آئے تو اسکی خاطر تواضع کرو، اس کو اپنے مقدور بھر بیٹھنے کے لئے مناسب جگہ، پاؤں دھونے کے لئے پانی اور کھانا دو۔

[ا] اتیتھی یا مہمان وہ شخص ہے جس کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہ ہو جو کسی ایک مکان میں زیادہ دن نہ ٹھیرے اور جو دانا با لحاظ اور مدد کا مستحق ہو۔ (۲، ۱۰۲)

(۱۴) ممکن ہے کہ ایک نیک آدمی کے گھر میں کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن کم از کم یہ چیزیں ضرور موجود ہونگی یعنی بیٹھنے کے لئے زمین کا ایک قطعہ، اچھا پانی اور نرمی کی بات چیت ۔ (۳، ۱۰۱)

(۱۵) کسی عالم کو قتل کرنا، شراب پینا، دوسروں کے مال پر تصرف بیجا اور بیوی یا استاد کے ساتھ بے وفری سے پیش آنا گناہ کبیرہ ہیں، ان سے حذر کرو۔ (۱۱، ۵۵)

بعد کے شلوک میں اس نے ان گناہاں کبیرہ میں سے ہر ایک کی زیادہ وضاحت کے ساتھ تعریف کی ہے اور مندرجہ ذیل کو بھی ان میں شامل کیا ہے:۔ (۱) والدین سے کنارہ کشی (۲) اپنے بچوں کو فروخت کے لئے پیش کرنا (۳) کسی جنگل کے درخت کاٹ کر اس کو اجاڑ دینا۔ پھر گناہائے صغیرہ کی ایک طویل فہرست آتی ہے ۔

(۱۶) کسی پچھتاوے کے بعد یہ عزم بالجزم کرنا "برے کام کو دوبارہ ہرگز نہ کرونگا" آدمی کو گناہوں سے پاک کرتا ہے ۔ (۱۱، ۲۳۱)

(۱۷) بالفرض کوئی برا فعل دانستہ یا نادانستہ طور پر لاعلمی کی وجہ سے سرزد ہوگیا ہو، یہ ایک گناہ ہے اسکے بار سے نجات پانے کا صرف یہ طریقہ ہے بس دوبارہ اس فعل کو نہ کیا جائے ۔

(۱۱، ۲۳۳)

(۱۸) حصول علم ایک برہمن (عالم آدمی) کے لیے بمنزلہ ریاضت کے ہے زیردستوں کی حفاظت کرنا کشتری (بہادر آدمی) کا فرض ہے اپنے ملک کی مادی ثروت میں اضافہ کرنا ایک سوداگر کا شعار ہے اور ان تینوں کی ضروریات کو بہم پہونچانا ایک شودر کا فرض ہے جو قدرتی طور پر کسی دوسرے کام کا اہل نہیں ہوتا ۔ (۲، ۲۳۶)

(۱۹) ایک شخص جو علوم میں کامل ہے، اپنی عقل کے زور سے تمام گناہوں کو اسی طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ تمام ایندھن کو ذرا سی دیر میں پھونک ڈالتی ہے ۔ (۱۱، ۲۴۷)

(۲۰) ویدوں کا مطالعہ، ریاضت شاقہ، دانائی، پاکیزگی، ضبط حواس، نیک کرداری اور اپنی ذات کا دھیان، یہ سب ایک ستاوک روح کے اوصاف ہیں کسی کام کو شروع کرنے کا شوق کرنا۔ لیکن اسکی تکمیل میں عدم استقلال دکھلانا، مناہی کے کرنے پر مصر رہنا اور لذات حسی کی غلامانہ پابندی، یہ راج سِک آدمی کے معمولی خصائص ہیں۔ حرص، بہت زیادہ سونے کی لت، نسیان،

قساوت، خدا سے انکار، تلون مزاجی، مفت خوری اور وارفتگی تمام سبک لوگوں کی خصوصیتیں ہیں۔
(۱۲: ۳۱، ۳۳)

(۲۱) جو شخص تمام ذی حس موجودات کو قابل محبت اور انہیں اپنی ذات کے برابر سمجھتا ہے، جس کے خیالات اور رایوں میں سارے سنسار کی سمائی ہے، وہی نجات حاصل کرتا ہے۔
(۱۲: ۹۱)

باب ۳

منو کے اصول اخلاق

سنسکرت اشلوک :-

(۱) अद्भिर्गात्राणि शुध्यन्ति मनः सत्येन शुध्यति।
विद्या तपोभ्यां भूतात्मा बुद्धिर्ज्ञानेन शुध्यति॥

(۲) विद्वद्भिः सेवितः सद्भिर्नित्यमद्वेषरागिभिः।
हृदयेनाभ्यनुज्ञातो यो धर्मस्तन्निबोधत॥

(۳) श्रुतिः स्मृतिः सदाचारो स्वस्य च प्रियमात्मनः।

(۴) अहिंसा सत्यमस्तेयं शौचमिन्द्रियनिग्रहः।
एतं सामासिकं धर्मं चातुर्वर्ण्येऽब्रवीन्मनुः॥

(۵) संतोषं परमास्थाय सुखार्थी संयतो भवेत्।
संतोषमूलं हि सुखं दुःखमूलं विपर्ययः॥

(۶) सत्यं ब्रूयात् प्रियं ब्रूयान्न ब्रूयात सत्यमप्रियम्
प्रियं च नानृतं ब्रूयादेष धर्मः सनातनः

(۷) संमानाद् ब्राह्मणो नित्यमुद्विजेत विषादिव।
अमृतस्येव चाकांक्षेदवमानस्य सर्वदा

(८) धन्यं यशस्य मायुष्यं स्वर्ग्यं वातिथि पुजनं।

(९) सर्व परवशं दुःखं सर्वमात्मवशं सुखम्॥

(१०) यत्कर्म कुर्वतो अस्य स्यात् परितोष अन्तरात्मनः।
तत्प्रयत्नेन कुर्वीत विपरीतं तु वर्जयेत्॥

११ आचारःपरमो धर्मः॥

१२ आचार्यो ब्रम्हणो मूर्तिः पिता मूर्तिः प्रजापतेः।
माता पृथिव्या मूर्तिस्तु भ्राता स्वो मूर्तिरात्मनः।
तयोर्नित्यं प्रियं कुर्यादाचार्यस्य च सर्वदा
तेष्वेव त्रिषु तुष्टेषु तपः सर्वं समाप्यते।
तेषां त्रयाणां शुश्रुषा परमं तप उच्यते।
न तैरनभ्यनुज्ञातो धर्ममन्यं समाचारेत्॥

१३ संप्राप्ताय त्वतिथये प्रदद्या दासनोदके।
अन्नं चैव यथाशक्ती सत्कृत्य विधि पूर्वकम्॥

१४ तृणानि भूमि रुदकं वाक् चतुर्थी च सूनृता।
एतान्यपि सतां गेहे नोछिद्यन्ते कदाचन॥

१५ ब्रम्ह हत्या सुरापानं स्तेयं गुर्व ङ्गनागमः।
महान्ति पापकान्याहुः संसर्गश्चापि तैः सह॥

१६ कृत्वा पापं हि संतप्य तस्मात् पापात्प्रमुच्यते।
नैवं कुर्यां पुनरिती निवृत्त्या पूयते तु सः॥

१७ अज्ञानाद्यदि वा ज्ञात्वा कृत्वा कर्म विगर्हितम्।
तस्माद्विमुक्ति मन्विच्छन्द्वितीयं न समाचरेत्।

१८ ब्राम्हणस्य तपो ज्ञानं तपः क्षत्रस्य लक्षणम्।
वैश्यस्य तु तपो वार्ता तपः शुद्रस्य सेवनम्॥

(१९) येथै धस्ते जसा वन्हि: मात्पं नि र्दहति क्षणात्।
तथात्नाना ग्नि नापक्कांसर्व दहति वेद वित् ॥
(२०) वेदाभ्यास स्तपो ज्ञानं शोच मिन्द्रिय निग्रह:।
धर्म क्रियात्मचिन्ताच सात्विकं गुणलक्षणम् ॥
आरम्भ रुचिता धैर्यम सत्कार्य परिग्रह: ।
विषयोप सेवा चाजस्त्रं राजसं गुणलक्षणम् ॥
लोभ: स्व प्नोड्, धृति: क्रौर्यं नास्तिक्यं भिन्नधृन्तिता
याचिष्णुताप्रमाद श्च तामसं गुण लक्षणम् ॥
(२१) सर्व भूतेषु चात्मानं सर्व भुतानि चात्मनि।
समं पश्यन् आत्मयाजी स्वराज्यमधिगच्छत्ति ॥

باب ۵

والمیکی کے اصول اخلاق

تمام سنسکرت ادبیات میں اگر کوئی کتاب ایسی ہے کہ جس کا نام سنتے ہی ایک ہندوستانی کی رگ رگ میں خوشی اور احترام کی لہر دوڑ جاتی ہے تو وہ زندہ جاوید والمیکی کی غیر فانی تصنیف رامائن ہے۔ ادبی شان اور تاریخی وقعت میں وہ اپنی نظیر آپ ہے اس کا طرز بیان اسقدر سادہ اور دلاویز ایسا سلیس اور پاکیزہ ہے کہ سنسکرت زبان کی معمولی سی واقفیت رکھنے والا ناظر بھی مصنف کے خیال و مطلب کو پورے طور پر سمجھتا اور اسکی اسپرٹ کو اپنے اوپر چھا لیتا ہے موزوں الفاظ کے انتخاب اور مناسب انداز بیان اختیار کرنے میں والمیکی ہمیشہ برمحل اور عام فہم رہتا ہے تخیل کے فراوانی اور دلفریب تشبیہوں کے انتخاب میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتا اس کا بلیغ طرز بیان اور بلند موضوع اسقدر فرحت بخش ہوتے ہیں کہ جتنی مرتبہ بھی ہم اس کے بندوں کو پڑھتے اور ان پر غور کرتے ہیں جو طرز بیان اور معنویت سے مالا مال ہیں ہمیں ان میں نت نئی خوبیاں نظر آتی ہیں اور اعلیٰ خیالات سوجھتے ہیں۔ مناظر قدرت کا بیان کچھ ایسی فصاحت اور صحت کے ساتھ کیا گیا ہے اور انسانی سیرتوں کے خط وخال کچھ ایسی قابلیت اور حیرت انگیز طریقہ پر دکھائے گئے ہیں کہ پڑھنے والے کو خواہ وہ کسی ذات، رنگ یا نسل کا ہو اس جلیل القدر برگزیدہ شاعر کے آگے سر جھکاتے ہی بن پڑتی ہے۔ ہم فانی انسان جو دنیا کی دو روزہ خوشیوں اور سریع الزوال منفعتوں پر جان دیتے ہیں، ہم زر پرست لوگ جو زندگی کے طوفانی سمندر کی موجوں میں تھپیڑے کھاتے پھرتے ہیں ہم لوگ جو زندگی کی اس جنگ میں سرگرمی کے ساتھ لڑتے رہتے ہیں اور یہاں سچے امن وسکون کا ایک ذرہ بھی نہ پاکر جی چھوڑ بیٹھتے ہیں ہم کمزور فانی ہستیوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ آدی کوی کے چشمہ سے خوب سیر ہو لیں تب کہیں جاکر یہ محسوس ہوگا کہ ہم محسوسات کی اس سطح سے آہستہ آہستہ اوپر ابھر رہے ہیں رامائن کے کسی قصہ کا بالغ نظری کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد پورے طور سے غور کریں تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہو گی کہ انسان کس طرح بنتے اور بگڑتے ہیں اور

سلطنتیں کیونکر بستی اور اجڑتی ہیں۔ کشمیر سے لیکر راس کماری اور کراچی سے کلکتہ تک سری رام جی کا نام بچہ بچہ کی زبان پر ہے جب کوئی شخص دن بھر کی مشقت سے تھکا ہوا اپنے گھر واپس آتا اور اس آرام کا لطف اٹھانے کے لئے جو اس محنت شاقہ کے بعد نصیب ہوا ہے بستر پر دراز ہوتا ہے تو اس کی زبان سے بے اختیار "رام رام" نکل جاتا ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس کی تمام کلفتیں دور ہوگئیں جب کسی عزیز دوست یا قریبی رشتہ دار میت کو مسان کی طرف لیجاتے ہیں تو اس موقع پر عام طور سے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں "رام نام ست۔ ہے" گہوارہ سے لیکر مسان تک یہ دلاویز لفظ "رام" ایک ٹھنڈک ڈالنے والے مرہم کا کام دیتا ہے بلکہ بہتوں کا تو یہانتک اعتقاد ہے کہ دن میں اس نام کا چند مرتبہ کا ورد کرنا ہی۔ روح کو تمام گناہوں سے پاک کرتا اور اسے بہشتی مسرت کی طرف لیجاتا ہے۔ نیز بہت سے والدین کا راسخ عقیدہ ہے کہ اگر ان کے بچہ بار بار اس نام کو لکھیں تو انہیں عزت و اقبال نصیب ہو بہت سے بھگت اس نام کے سینکڑوں تعویذ اپنے گلوں میں ڈالے رہتے ہیں اور اون کا عقیدہ ہے کہ اس کی برکت سے شیطان ان پر غلبہ نہیں پاسکیگا جب دوست آپس میں ملتے ہیں تو "رام رام" کہتے ہیں وہ ادویہ جنکی تاثیر حیرت انگیز مانی جاتی ہے رام بان اوشد کہلاتی ہیں۔ اکثر مکانوں کی دیواروں پر خوبصورت بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں اور یہ چھوٹا سا طلسمانی لفظ "سری رام جے رام" ان پر لکھا جاتا ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ ان میں ہمیشہ امن و فراوانی رہیگی۔ شادی یا دیگر تعاریب کے موقعوں پر جب احباب و اقربا باہم کھانا کھاتے ہیں تو سب ملکر ایک آواز سے پکارتے ہیں "سیتا۔ کانتا سمرنا۔ جے۔ رام" تاکہ ان خوشی کے لمحات میں بھی قادر مطلق کا شکر یہ ادا کریں جبکہ پیشہ ور اپنی کتھا گاتے ہیں اور حاضرین کا جذبہ عبودیت انتہائی منزل پہونچ جاتا ہے تو وہ ایک تال سے تالیاں بجا بجا کر "رام رام اور رام" کہتے ہیں اور تمام مجلس ان کے آواز کے سروں سے گونج اوٹھتی ہے ایک پیشہ ور بھکاری جسم پر بھبوت رمائے اس نام کی رٹ لگاتا گلیوں میں پھرتا ہے یا بعض اوقات کیچڑ میں لت پت "رام رام سیتا رام" کی صدا اس طرح لگاتا ہے کہ ایک کنجوس کا دل بھی پسیج اٹھتا ہے اور وہ اپنی عزیز کوڑی اسے دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ایک بے کس ہندو سادھو کسی صاحب خانہ کا دروازہ کھٹکھٹا کر "سیتا رام" کی آواز لگاتا ہے اور اس کے سنتے ہی گرہنی (گھر کی مالکہ) ایک مٹھی بھر چاول

دینے کو آتی ہے اور اس طرح اپنے دل کی پیاری سیتا کی تعظیم اور اس کے خاوند رام کی بابرکت یاد کی عزت کرتی ہے۔ علاوہ بریں رام کو وشنو دیوتا کا اوتار بھی مانا جاتا ہے جو اس دنیا میں نئے سرے سے انصاف اور راستبازی کی حکومت قائم کرنے کے لئے آیا تھا آج کل کے معلمین مقتدایان مذہب حتیٰ کہ وہ معقولی بھی جو کسی طور سے نظریۂ "تبدیل ہیئت" کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں رام کے متعلق کم از کم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ایک عظیم ہستی تھی اور اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جبکہ بطل پرستی یا اکابر پرستی اصلی معنوں میں ایک قصہ ماضیہ بن گئی ہے، سری رام کی یاد اس قابل ہے کہ ہمیشہ تازہ رکھی جائے۔ جب تک کسی زبردست شخصیت کے چاروں طرف عظمت کا کوئی غیر معمولی ہالہ نہ ہو اس کے نام میں ایسا اثر ہرگز ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ رام کے نام کا آج کے دن تک کسانوں سے لیکر شہزادوں تک سب کے قلوب پر یکساں پڑتا ہے۔ پروفیسر ویبر کی رائے ہے کہ رامائن کے قصہ کے خاص اشخاص تاریخی مشاہیر نہیں ہیں بلکہ بعض واقعات اور مجسم نمونے پیش کئے گئے ہیں وہ کہتا ہے کہ لفظ سیتا (ہالی) رگ وید اور گریہیا سوتر دونوں میں آیا ہے۔ ہالی ایک قابل پرستش چیز ہے اور آریوں کی زراعت کی مظہر ہے۔ لیکن بہت سے علماء نے مدت کی تحقیق اور واقعاتی ثبوت کی بناء پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رامائن کا قصہ صحیح تاریخی واقعات پر مبنی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ رامائن میں تاریخی واقعیت اور مذہبی قصص کو خلط ملط کر دیا گیا ہے اور بعض مقامات پر شاعر (والمیکی) نے جو شاید واقعات کو بڑھا چڑھا کر دکھانے کا شوقین ہے مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس کے خلاق ذہن نے پتھروں کو پانی میں تیرایا اور پہاڑوں کو ہوا میں اڑایا ہے اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی مان لیا جائے کہ رامائن "ہالی اور ہالی" کے قصہ کی ایک اخلاقی تمثیل ہے تو بھی اس کے اخلاقی اصولوں کی رفعت اور اس کے موضوع کی بلندی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ رامائن کا کچھ ہی نام رکھو۔ لیکن یہ گلاب کے پھول کی طرح ہمیشہ بھینی بھینی خوشبو دیتی رہیگی۔

انسان ایک مدنی الطبع ہستی ہے اور اسکی روزانہ زندگی اپنے ابنائے جنس کی بامعاوضہ یا بلا معاوضہ خدمات کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر ہم زندگی کی اس جنگ سے عہدہ برا ہونا چاہتے ہیں تو ہمارا سب سے پہلا اور بڑا فرض یہ ہونا چاہئیے کہ ہم اپنے اعزہ واحباب بالا دستوں اور

ماتحتوں کے ساتھ جائز برتاؤ سیکھیں۔ اس بارہ میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم زندگی میں بھی بالکل ناکام ہیں۔ رامائن میں عاقلانہ نصائح اور شریفانہ نظائر پیش کرکے ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ بیٹے کی حیثیت سے اپنے والدین کی اطاعت بھائی ہونے کے اعتبار سے ایک دوسرے سے محبت بحیثیت دوست کے آپس کی مدد، نوکر ہونے کے اعتبار سے اپنے مالکوں کی خدمت اور حاکم کی حیثیت سے اپنے محکوم نسلوں پر حکومت کس طرح کرنی چاہئے۔ ہماری اس دنیا میں جس کی کوئی کل بھی سیدھی نہیں ہے، ایسے مواقع کچھ شاذ نہیں بلکہ اکثر پیش آجاتے ہیں کہ بہادر سے بہادر اور عقلمند سے عقلمند آدمی بھی اپنے لئے ایک راہ راست معلوم کرنے کی کوششوں میں بہک جاتے ہیں۔ ایسے اہم موقعوں پر رامائن کا مطالعہ ان میں جوش اور سرگرمی پیدا کردیگا۔

رام فرزند کا ایک کامل ترین نمونہ ہے

بزرگوں کی اطاعت ایک ایسی صفت ہے جو نوجوان طلبہ کو ضرور پیدا کرنی چاہئے اور رام میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ راجہ دسرت جو کسی طرح سے اپنی بیوی کیکئی کے حسد عیاری اور خود غرضی کا شکار ہو گیا ہے فرمان جاری کرتا ہے کہ راجکمار رام کو جلاوطن کیا جائے اور اجودھیا کی تاجداری کے تمام حقوق جو اس کو پہونچتے ہیں ان سب سے اسے محروم کردیا جائے اب بتاؤ! کہ باوجود اس کے کہ تمام باشندے جمع ہوکر اس کو دعائیں دیتے اور اس فعل سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، پھر بھی رام برضا و رغبت ملک بدر کیوں ہوتا ہے؟ وہ بادشاہی شان و شوکت پر ویرانہ کو کیوں ترجیح دیتا ہے؟ ایک راجکمار کو جوگ رمانے میں کیا لطف آسکتا ہے؟ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ تین ہزار سال ادھر تمدن کی دلکشیاں بہت کم تھیں اور اجودھیا اور ڈنڈک کا جنگل ایک ہی چیز تھی؟ یہ صحیح ہے کہ محل میں گھڑگھڑاتی ہوئی موٹر کاریں، شاندار برقی پنکھے، شفاف سوڈا واٹر، مزیدار لیمونیڈ اور بلوری برف یہ چیزیں نام کو نہ تھیں۔ لیکن پھر بھی اس زمانہ کے حالات اور واقعات کو دیکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ سامان عیش، مثلاً چتر اور چتر دل لبھانیوالا رتھ وغیرہ تو ایسا ضرور موجود تھا جو ایک شاہزادہ کو لبھا سکتا تھا۔ رام کے متعلق ہمیں یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ ایک فرض شناسی کا پرزور احساس اور اپنے باپ کی زبردست اطاعت نے اس کو اسپر

مجبور کیا کہ محل پر جنگل کو ترجیح دے۔ جب اس کا چھوٹا بھائی بھرت اس کے پاس پہونچا اور اسے اجودھیا واپس جانے کو کہا تو رام نے جواب دیا۔

यद् ब्रवीन्मां नरलोक सत्कृत:
पिता महात्मा विबुधाधिपोपम:
तदेव मन्ये परमात्मनो हितं
न सर्व लोकेश्वर भाव मव्ययम॥

"جو کچھ میرا محبوب و محترم خلائق شریف الخصال اور عقلمند باپ مجھے حکم دے میں اس کو اپنی بہبودی کا ذریعہ خیال کرتا ہوں، اور میرے لئے دنیا کی بادشاہت ہیچ ہے" جس طرح انگریز نوجوانوں کے لئے کیسا بانکا کا نمونہ موجود ہے، جس نے محض اپنے باپ کی اطاعت کے لئے اپنا جسم آگ کے حوالہ کر دیا۔ اسی طرح ہندو نوجوانوں کے لئے یقیناً رام کی مثال ہے جو فرزندی کا کامل ترین نمونہ ہے جب ایک مرتبہ اسے یہ محسوس ہو گیا کہ اطاعت ہزار نیکیوں کی ایک نیکی ہے تو تخت کو تج دیا اور اپنی زندگی کی تمام آسائشوں کو قربان کر دیا۔

رام حکمران کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

جب وقت آیا اور رام نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اس نے دانائی اور ہمدردی سے حکومت کی وہ عامۃ الناس کی رائے کی یہاں تک وقعت کرتا تھا کہ صرف ایک دھوبی کا یہ ملامتی فقرہ، کہ تم اپنی بیوی کو راون کے محل سے واپس لائے ہو، اسے متنبہ کرنے کے لئے کافی تھا رعایا اس کو اپنے باپ کے برابر سمجھتی تھی اس کا دور حکومت ہمدردی اور انصاف کا عہد تھا جو رحم سے سمویا ہوا تھا۔ راون کے مغلوب ہونے کے بعد بھی اس نے راون کے بھائی ببھیشن کو اس کا جانشین کر دیا اور تمام جاگیردار اس کے ایسے مطیع رہے کہ باید و شاید۔ ہمدردی اسکی حکومت کی جان تھی مفتوحہ ملک کو ملحق نہ کرنے کی پالیسی جو اسنے پیش کی ہے وہ گویا ایک دعوے فخر ہے جو ہندی تہذیب دوسری قوموں کے جوع الارض کے مقابلہ میں ہمیشہ کرتی رہیگی

لکشمن بحیثیت بھائی کے ایک کامل ترین نمونہ ہے۔

اس بلند مرتبہ رزمیہ نظم کے مشہور افراد میں لکشمن اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہے وہ

اپنی خوشی سے جلا وطنی میں بھائی کا ساتھ دیتا ہے اس کی خاطر تمام کلفتیں برداشت کرتا ہے بعض اوقات اس کو ٹھیک طور سے کھانا تک نہیں ملتا وہ اپنے بڑے بھائی کی تمام تکالیف کا شریک ہے شریفانہ طور پر پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر جنگ کرتا اور راجودھیا کو اس لئے واپس آتا ہے کہ اپنے بھائی کی بابرکت حکومت میں اس کی مدد کرے۔ کسی تیز طبع مصنف کی رائے ہے کہ لکشمن جو ایک بھائی کا کامل ترین نمونہ ہے رامائن کا ہیرو کہلائے جانیکا مستحق ہے اور اسکی یہ رائے بہت کچھ صحیح ہے مشکلات کے وقت جب سیتا جنگل میں تنہا ہوتی ہے تو وہ برابر اس کی نگہبانی کرتا رہتا ہے رامائن میں ایک قصہ خاص طور پر دلچسپ ہے اور اس سے لکشمن کی شرافت اور نمایاں ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب رام جنگل میں سیتا کی سرگرم اور پتہ پا نی کر دینے والی تلاش میں مصروف تھا تو اسے سیتا کے چند جواہرات مل گئے جن کو وہ آسانی سے پہچان نہ سکا کہ اسپر فوراً رام لکشمن سے دریافت کرتا ہے کہ تم انہیں پہچان سکتے ہو۔ چھوٹا بھائی ادب کے ساتھ جواب دیتا ہے "میرے بزرگ آقا! میں ان کو مطلق نہیں پہچان سکتا لیکن اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ایک خاص زیور اہی کا ہے یعنی وہ جس کو وہ اپنے پاؤں میں پہنتی تھیں میں نے اسکو اوس وقت دیکھا تھا جب میں ان کی قدمبوسی کیا کرتا تھا" بھرت کی سیرت بھی ایسی ہی شریفانہ ہے اپنے سب سے بڑے بھائی کے جائز حقوق کے مقابلہ میں اسے حکمران بننے کی مطلق خواہش نہ تھی وہ برابر جنگل تک ساتھ گیا اور اپنے بھائی سے اجودھیا واپس آنے کی التجا کی اور جب اس کو اپنی دھن کا پکا پایا تو اسکی کھڑاوں لے آیا اور ان کو تخت پر رکھکر اپنے بھائی کے نام سے حکومت کرنے لگا تاریخ عالم میں ایسے دو شریف شہزادے ڈھونڈے نہیں مل سکتے۔

سیتا بیوی کا کامل ترین نمونہ ہے

رامائن کی عورتوں میں سیتا کی سیرت شریف ترین ہے رام کے ساتھ جو سچی محبت اسے تھی اسکی نظیر نہیں مل سکتی وہ ایک راجہ کی بیٹی اور ایک راجہ کے بیٹے کی بیوی تھی اس کی خوشدامن اور خاوند دونوں نے اس کو جنگل میں ایک درویشانہ زندگی گزارنے سے باز رکھنا چاہا اس نے سختی سے انکار کیا اور کہا "میں اپنے خاوند کے پیچھے پیچھے جاؤنگی نہیں بلکہ گھنے جنگلوں میں آگے آگے چلکر میں اپنے مالک کے راستہ سے کانٹے چنتی ہوئی جاؤنگی" راون اسے سبز باغ دکھاتا ہے اور اپنی رانی بنانے کا وعدہ کرتا ہے وہ غصہ سے آگ ہو جاتی اور کہتی ہے "او کمینے یاد رکھ! میرے

پاس عصمت کی نہایت مضبوط ذرہ ہے تیری بے حقیقت شان وشوکت اور ذلیل طاقت کا اسپر اثر نہیں ہو سکتا، تو مجھے ذرا نقصان نہیں پہونچا سکتا، میں تیری شان اور طاقت کی پروا نہیں کرتی"

ہنومان کی وفادارانہ خدمت گذاری

اگر کبھی کوئی ایسا خادم ہوا ہے جو سرد و گرم دونوں میں یکساں اپنے آقا کے ساتھ رہا ہو تو وہ یقیناً ہنومان ہی تھا ہنومان ہی نے زبردست مزاحمتوں کے باوجود سب سے پہلے سیتا کا کھوج لگایا، راکششوں کے ساتھ جو جنگ عظیم رام نے لڑی اس میں سرگرمی اور پیرپیہ کردیا اور لکشمن کی جان اوس وقت بچائی جب وہ کاری زخم کھاچکا تھا۔ ہنومان کی تمام زندگی اپنے آقائے ولی نعمت کی وفادارانہ اور بے غرضانہ خدمت گذاری میں بسر ہوئی ہے اسکی زندگی کا ایک واقعہ بہ سبیل تذکرہ قابل بیان ہے!

کہتے ہیں کہ رام نے اپنی تاجپوشی کے بعد اپنے کئی آدمیوں کو تحفے تقسیم کئے لیکن ہنومان کو کچھ نہ دیا۔ سیتا جو بڑے غور سے اس کارروائی کو دیکھ رہی تھی، اپنے خاوند کے اس طرز عمل سے حیران ہوکر کہنے لگی "میرے مالک! یہ کیا بات ہے کہ تم نے ہمارے نمک حلال خادم ماروتی کے حقوق کو نظر انداز کردیا" رام نے نہایت خلوص سے جواب دیا "میری پیاری میرے اور میرے حق کے واسطے جو خدمتیں اس نے کی ہیں، اسقدر عظیم ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر کافی طور سے ان کا صلہ دوں اس لئے خاموش ہوں"

صاحبزناظرین! ذرا والمیکی کی ذہانت دیکھیئے گا وہ صرف ایک قصہ میں خواہ اسے تاریخی کہو یا تمثیلی سمجھو اخلاق کے بلند ترین اور نہایت عملی اصول کی تعلیم دے گیا ہے یہی وجہ ہے کہ سنسکرت والوں میں اس آسمانی شاعر کا اور ہندی داں طبقہ میں تلسی داس کا نام بچہ بچہ کی زبان پر ہے؛ کالیداس نے اپنی رگھوونس میں مشہور سورج بنسی خانداں کے تاجداروں کے ناموں کو زندہ جاوید کردیا ہے اسنے صرف ایک اشلوک میں ان حکمرانوں کی امتیازی خصوصیتوں کا قابل تعریف پیرایہ میں خلاصہ کردیا ہے

शैशवे अभ्यस्त वि घानां यौवने विषयै षिणाम् ।
वार्द्धक्ये मुनि वृत्तिनां योगेनान्ते तनुत्यजाम् ॥ رگھوونس ا

"اپنے لڑکپن میں انھوں نے محنت سے پڑھا اور تعلیم حاصل کی، جوانی میں بطریق احسن حکومت کی اور دنیوی بہبودی کا خیال کیا، بڑھاپے میں زاہدانہ زندگی بسر کی (یعنی عامۃ الناس کی خدمت کی زندگی) اور

اپنے پرشوکت زمانہ کو اس طرح ختم کیا ہے جیسے کوئی یوگی کرتا ہے یعنی عالمگیر روح کے ساتھ ملکر ایک ہو گئے" دلیپ، دسرت اور رام جیسے بادشاہوں کے نام بلاشبہ وہ نام ہیں جو جادو کا اثر رکھتے ہیں اور یہی حال والمیکی اور کالیداس دو زبردست ہندوستانی شاعروں کے ناموں کا ہے جنہوں نے اپنی اعلیٰ نظموں کی بدولت ان کی زندگیوں کو مشہور تر اور زیادہ تر قابل تقلید بنایا اگر ان کی قابل ستائش مساعی شریک حال نہ ہوتیں تو یہ نام کب کے ازمنہ باستانی کی کہر میں غائب ہو چکے ہوتے۔

باب ۶

مہابھارت کے اصول اخلاق

مہابھارت ایک بلند پایہ ہندو رزمیہ نظم ہے جس سے ہندِ قدیم کے اخلاقی خیالات کی نشو و نما پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے جیسا کہ خود اس کے نام سے مترشح ہے یہ کتاب خاندانِ بھرت کے فرمانرواؤں کی تاریخ سے بحث کرتی ہے یہ اس دشینت کا بیٹا تھا جو ہندوستان کے ملک الشعرا کالیداس کے ڈرامہ سکنتلا کا مشہور ہیرو ہے کورو اور پانڈو کو بھی اس نامور خاندان کے چشم و چراغ ہونے کا شرف حاصل تھا یہ خاندان اس عظیم اور تباہ کن جنگ کے بعد دنیا سے بالکل نیست و نابود ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ویدک مذہب اور علم کا مہرتاباں بھی غروب ہو گیا۔ اس کتاب کے متعلق روایت ہے کہ یہ ویاس جی کی تصنیف ہے یہ اٹھارہ ابواب میں منقسم ہے جن میں سے ہر ایک کو پروا کہتے ہیں اور جو واقعہ جس خاص باب میں بیان کیا گیا ہے اسی پر اوس کا نام بھی رکھا گیا ہے پرودن کے نام ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ ادی پروا۔ جس میں پانڈو اور کورو کی تاریخ کا بیان شروع کیا گیا ہے۔

۲۔ سبھا پروا۔ اس میں ان تینوں مجلسوں کا بیان ہے جو بہت کچھ مشہور ہیں۔

۳۔ دن پروا۔ اس میں پانڈو کی جنگل کی زندگی بیان کی گئی ہے۔

۴۔ ورٹ پروا۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانڈو راجہ وراٹ کے محل میں کس طرح بھیس بدل کر رہا۔

۵۔ اُدیوگ پروا۔ اس میں جانبازانہ اور فیصلہ کن جدوجہد کا بیان ہے جو پانڈو نے غاصبوں سے اپنی سلطنت چھین لینے کے لئے کی۔

۶۔ بھیشم پروا۔ اس میں پانڈو کے ساتھ بھیشم کی جنگ آزمائی کا ذکر ہے۔

۷۔ درون پروا۔ اس میں درون اپنے ہاتھ میں فوج کی کمان لیتا اور برسر اقتدار ہو کر پانڈو

سے جنگ کرتا ہے۔

۸۔کرن پروا۔اس میں کرن کی تیر آزمائی کا حال ہے۔

۹۔شلیا۔اس میں شلیا کی لڑائی کا بیان ہے۔

۱۰۔سوپ تک پروا۔اس میں اسوتھاما کے محاصرہ کا ذکر ہے جو رات کو کیا گیا تھا۔

۱۱۔ستری پروا۔یہ کوروکی رانیوں کے ماتم کا باب ہے۔

۱۲۔شانتی پروا۔زمانہ امن کا بیان ہے۔

۱۳۔انوساسنا پروا۔اس میں وہ پند و نصائح درج ہیں جو بھیشم نے پانڈوں کو کئے۔

۱۴۔اسومیدھ پروا۔اس میں پانڈوں کے اسومیدھ یگ اور ان کی فتح کا بیان ہے۔

۱۵۔آسرم وسی کا پروا۔اس میں دھرت راشٹ اور دورا کی جنگل کی زندگی کا بیان ہے

۱۶۔موسلا پروا۔ایک گرز بازی کی کرامات کا ذکر ہے۔

۱۷۔مہا پرس تھانیکا پروا۔اس میں یہ مذکور ہے کہ پانڈو بہشت میں جانے کے لئے کتنے آمادہ تھے۔

۱۸۔سورگ رہنا پروا۔اس میں ان کے جنت کی طرف اوٹھائے جانے کا بیان ہے۔

حسب حیثیت مجموعی کتاب کے ایک ناقدانہ مطالعہ سے ناظر کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو تاریخ کے زمانہ شجاعت میں معاشی، سیاسی، دماغی اور مذہبی حالت کیا تھی۔ایک اخلاقی کی نظر میں یوں تو متعدد قصے اور فلسفیانہ مضامین کتاب میں جا بجا پائے جاتے ہیں لیکن اخلاقئین کے لئے غور و فکر کا کافی مواد خاص طور پر دن پروا، ادیوگ پروا، شانتی پروا اور انوساسنا پروا میں ملتا ہے دیو مالا کے جو جال شاعر نے تیار کئے ہیں اگر انہیں کوئی شخص ہٹائے اور شاعرانہ تخیل اور قیاس کی بھول بھلیاں سے باہر نکل آئے تو اسے یہ محسوس ہو سکتا ہے کہ اس بلند مرتبہ ہندو رزمیہ کے افرادیر اخلاقی فلسفہ کے نقوش کتنے گہرے بیٹھے ہوئے ہیں۔

غایات الغایات۔

فلاسفہ ہند کی غایت الغایات یہ تھی کہ آخر جاکر انسانی روح کا روح مطلق کے ساتھ وصال ہوگا اور بعضوں کی رائے میں اس وصال کے حاصل کرنے کے لئے ترک دنیا ناگزیر تھا لیکن ایک دوسرے

گروہ منکرین کا یہ خیال تھا کہ یہ حصول اس دنیا میں راستبازی کی زندگی بسر کرکے بھی ممکن ہے اور یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ لامحالہ دنیاوی سرگرمیوں کے ساتھ سارے تعلقات منقطع ہی کرلئے جائیں۔ مہابھارت اور اس سے بڑھکر بھگوت گیتا بالکل صاف صاف الفاظ میں اسی فلسفہ عمل کی تعلیم دیتی ہیں، تاہم یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ بعض اشلوک ایسے بھی ہیں جو اس کے بالکل متخالف خیال (کنارہ کشی) پیش کرتے ہیں۔ نمایاں شخصیت رکھنے والا کرشن اور زہد و تقویٰ کا مجسمہ یدھسٹر دونوں تخیل کے سب سے دلچسپ اشخاص ہیں۔ ہر قصہ اور ہر فرو قصہ ایک اپنا خاص اخلاقی درس دیتا ہے۔ یدھسٹر اور دریودھن، وددر اور سکونی، بھیم اور دساسنا اور کرن اور ارجن کا تقابل جیسا نمایاں ہے ویسا ہی عجیب و غریب بھی ہے قصہ کے ہر فرد کی زندگی اعلیٰ درجہ کے اخلاقی درس سے ملو ہے اور پڑھنے والا ان شاندار ہستیوں کی سوانح سے سبق حاصل کرسکتا اور خود اپنے لئے ایک نیکی کا راستہ تیار کرسکتا ہے

بھیشم کی صاف دلی اس کا فرض کو فرض کی خاطر انجام دینا، خدا اور حق کے لئے اس کی یکی دھن! یدھسٹر کی حق کی لگن، مشکلات کے وقت اس کے مزاج کی طمانیت، ادی اقبال مندی کے نقطۂ اعلیٰ پر پہونچنے کے بعد بھی اسکی سادہ مزاجی، اس کے نرم بول بھیم اور ارجن کے طیش کو ٹھنڈا کردیتے تھے بھیم کی دیوؤں کی سی طاقت جسے کبھی دیوؤں کی طرح استعمال نہیں کیا گیا اسکی گرؤون اور بزرگوں کی تعظیم ارجن کا تیز اور رسا ذہن، اس کا استقلال اور سلامت روی، اس کا عشق تقویٰ اور کرشن کے ساتھ اس کا مؤدبانہ رویہ، کرشن کی گھاتیں جن میں سلیقہ اور ذہن کی آمیزش ہوتی تھی، نیکی کی راہ میں اسکی ثابت قدمی، درروپدی کا ضبط خانگی معاملات کے انتظام میں اس کا سگھڑاپا اس کا اپنے خاوند کو دانشمندانہ مشورہ دینا اور مشکلات کے موقعوں پر اسکی دلیری۔ ان سب کی اس رزمیہ میں بڑی خوبی سے توضیح کی گئی ہے۔ دوسری طرف کوروں کی دغابازی، ناعاقبت اندیشی، خود غرضی، ان کی خود کو بڑھانے چڑھانے اور عیاری کی طینت، دروغ حلفی، اور حیلہ جوئی وغیرہ جو ان کے جارحانہ اور مدافعانہ حربے تھے، یہ سب بھی قابل ذکر ہیں۔ اس خانہ جنگی نے نہ صرف خاندان کورو کو ایک کاری ضرب لگائی بلکہ اس تہذیب و ترقی کو بھی پس پشت پھینک دیا جو ویدک مذہب اور ویدک فلسفہ کو حاصل تھی۔

ون پروا میں رشی مارکنڈے پانڈؤں کو یہ نصیحتیں کرتا ہے:۔

"تمام ذی حس ہستیوں سے محبت کرو، سچ بولو، عجز اختیار کرو، اپنے جذبات پر قابو رکھو۔ بادشاہ ہو تو رعایا کی سود و بہبود کے لئے کام کرو، دیوتاؤں اور والدین کی رضا جوئی کرو، غرور کو چھوڑ دو قول اور فعل میں پاکیزگی حاصل کرو کہ اس کے بغیر کوئی ریاضت ہو ہی نہیں سکتی ولی وہ ہے جو دانائی کے ساتھ بولتا اور دانائی کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ نیکی کی لو لگاؤ، ایماندار اور دلیر بنو۔"

اسی پروا میں ہمیں یڈھسٹر اور یکش کے درمیان یہ مکالمہ نظر آتا ہے:۔
یکش اس سے سوال کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے۔

س ۔ ابدی دہرم کیا ہے؟
ج ۔ نیک زندگی بسر کر کے دنیوی خرخشوں سے رہائی حاصل کرنا۔
س ۔ شہرت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟
ج ۔ نقد و اتیاز کے بعد خیرات دینے سے۔
س ۔ جنت اور مسرت کی کنجی کیا ہے؟
ج ۔ راست کرداری اور صداقت کی زندگی۔
س ۔ روپیہ کمانے کا بہترین طریقہ کونسا ہے؟
ج ۔ اپنے معاملات میں ایمانداری اور دیانت۔
س ۔ سب سے بہتر دولت کونسی ہے؟
ج ۔ علم۔
س ۔ بہترین اکتساب کونسا ہے؟
ج ۔ تندرستی حاصل کرنا۔
س ۔ بہترین راحت کونسی ہے؟
ج ۔ قناعت۔
س ۔ ہزار نیکیوں کی نیکی کیا ہے؟
ج ۔ رحم۔

س ۔کس کی صحبت اختیار کرنی چاہئے ؟

ج ۔ صالحین کی صحبت ۔

س ۔ سب لوگ کس آدمی کو عزیز رکھتے ہیں؟

ج ۔ اس کو جس میں انانیت اور خودغرضی نہ ہو ۔

س ۔انسان خوش کیونکر ہو سکتا ہے ؟

ج ۔حرص کو چھوڑ دینے سے ۔

س ۔ریاضت، عفو، علم اور رحم کیا ہیں ؟

ج ۔ جائز فرض کو انجام دینا ریاضت ہے حق کی لگن علم ہے، سب کی بھلائی چاہنا رحم ہے ۔

س ۔اچھا آدمی کونسا ہے ؟

ج ۔ وہ جو دن رات دوسروں کے ساتھ نیکی کرنے کی فکر میں رہتا ہے ۔

س ۔خیرات، دانائی، جہالت، مقدر اور ظلم کی تعریف کرو؟

ج ۔ذی حس ہستیوں کی حفاظت خیرات ہے، دھرم کا علم دانائی ہے ۔خدا سے بے خبر رہنا جہالت ہے، مقدر، نیک اعمال اور خوشی خوبی کا حاصل ہے، دوسروں کی بدگوئی ظلم ہے ۔

س ۔ دوزخ میں کون ڈالا جائیگا ؟

ج ۔ وہ شخص دوزخ میں جائیگا جو دولت رکھکر اس کا جائز استعمال نہیں کرتا، وہ شخص دوزخ میں جائیگا جو ویدوں، بزرگوں اور ست شاستروں کا احترام نہیں کرتا ۔

س ۔ اصل برہمنیت کس چیز سے پیدا ہوتی ہے ؟

ج ۔کوئی شخص محض ویدوں کے مطالعہ سے اونچے گھرانے میں پیدا ہونے سے برہمن نہیں بنجاتا برہمن صرف نیک چلنی سے برہمن بنتا ہے اگر کسی کا رویہ قوانین نیک کرداری کے اصول کے مطابق نہیں ہے تو خواہ وہ ویدوں کا عالم متبحر ہی کیوں نہ ہو لیکن شودر سے بدتر ہے ۔

انوساسن پروا میں بھیشم آچاریہ پانڈوؤں کو ذیل کی نصیحتیں کرتا ہے :۔
"بہادری سے لڑنا اور راستی کے لئے جان دینا ایک کشتری کا مقدس فرض ہے"۔
ایک بادشاہ کے اوصاف کے بارہ میں کہتا ہے :۔
"ایک بادشاہ کو چاہئے کہ عدل کے قوانین محکم کے موافق حکومت کرے، رعایا کو اپنے بچوں کی طرح سمجھے، مستعد اور حق پرست ہو اس کا انصاف رحم سے سمویا ہوا ہو، وہ وسیع النظر اور علم کا سرپرست ہو"۔
رعایا کے بارہ میں کہتا ہے :۔
"رعایا اپنے بادشاہ اور سلطنت کے لئے مرنے کو تیار رہے وہ اپنے بادشاہ اور اسکی حکومت کے ساتھ گہری وفاداری کرے"۔
عمل اور قسمت کا مقابلہ :۔ صرف محنت اور مشقت ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے "قسمت کوئی چیز نہیں ہے، قسمت صرف پچھلے جنم کے کرموں کا نتیجہ ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں اگر اعمال اچھے ہیں تو قسمت بھی اچھی ہوگی ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ نیک اعمال کرتے رہیں تاکہ کم از کم اگلے جنم میں خوش رہیں۔
ریاضت کے بارہ میں وہ کہتا ہے کہ اس سے مراد دردمندی حق کی محبت اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے محض روزہ رکھنا اور جسم کو تکلیف کا عادی بنانا کبھی ریاضت نہیں ہو سکتا۔
طلبہ کے فرائض :۔ ان کے متعلق وہ کہتا ہے کہ "اپنے معلمین اور والدین کی اطاعت اور تعظیم کرو۔ استاد کی لحاظ سے والدین سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ وہ ایک روحانی اور ذہنی طاقت بخشتا ہے"۔
دہرم کی خصوصیات :۔ ان کے متعلق وہ کہتا ہے کہ دَیا یعنی رحم اسکی بنیاد ہے، دوسروں سے اپنی ذات کے مانند محبت کرنا اور نیک اعمال یہ اس کے لوازمات ہیں۔
خدا کی نسبت وہ کہتا ہے :۔
"خدا حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہے وہ ایک رحیم اور رب العالمین ہے ہم سب خدا کے

عکس ہیں۔ ہمیں قلب اور گفتار کی صفائی اور اس کو حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔ ہمارے افعال برہم کو اس چشمہ خیر و برکت سے دور ہٹاتے ہیں تو ہزار جان سے اس سے محبت کرو!

بعیشم آچاریہ کی ہدایت و تلقین بجائے خود اخلاقیات پر ایک رسالہ ہے ہم نے سطور بالا میں چند اقتباسات دئے ہیں رکھتے ہیں کہ جس وقت اس نے جسد خاکی کو چھوڑا ہے اس وقت اس کی زبان پر مذکورہ بالا قسم کے اعلیٰ کلمات تھے۔ سری کرشن کے بعد اگر کوئی مہابھارت میں اخلاقی فلسفہ کے کاشف اعظم کی حیثیت سے ممتاز ہے تو وہی ہے یڈ مسٹر نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اور مختصر کر کے سچی بات کہدی ہے۔ اپنی جلاوطنی کے ایام میں وہ رانی سے خطاب کرتا ہے۔

"धर्मो नित्यः सुखदुःखे त्वनित्ये
जीवो नित्यस्तस्य हेतुस्त्वनित्यः॥"

"میں دہرم کی پیروی کرتا ہوں اس لئے نہیں کہ اس میں مجھے کوئی فوری منفعت نظر آتی ہے بلکہ اس یقین کے ساتھ کہ نیکی صرف نیکی کی غرض سے کرنی چاہئے۔"

مہابھارت کا ذیل کا شلوک واقعی یادگار ہے۔

धर्मं चरामि सुश्रोणि न धर्मफलकारणात् ।
धर्मवाणिज्यको हीनो जघन्यो धर्मवादिनाम्॥"
"नजातुकामान्न भयान्न लोभाद्
धर्मं त्यजेत् जीवितस्यापि हेतोः॥"

"راستی کو ہوس یا خوف کی وجہ سے یا خواہش یا زندگی کی خاطر عزیز کے واسطے بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اگر کوئی چیز ابدی ہے تو وہ صرف نیکی ہی ہے، رنج اور خوشی گریزپا ہیں زندگی گذران ہے نہ کہ روح ربانی۔"

(مسٹر سی۔ وی۔ ویدیہ کی ریڈرنگ)

ودور کے اصول اخلاق

ودور نیتی مہابھارت کا ایک حصہ اور اویوگ پروا میں شامل ہے۔ ودور جو مہاراجہ دھرتراشٹر کے دربار کا ایک فلسفی مدبر تھا اس نیتی کا مصنف ہے خود راجہ راجگان دہرت راشٹر اس کو مہاپراگنیا اور دیرگھ درشی کے ناموں سے یاد کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑا دانشمند اور ذکی تھا نیکی کا انداز قدیم سنسکرت ادب کی خصوصیات رکھتا ہے اور اس میں جو خیالات پیش کئے گئے ہیں، ان کی رفعت کو اگر کوئی چیز پہونچ سکتی ہے تو وہ فقط اس (کتاب) کے موضوع کی عظمت ہی ہے۔ یہ کتاب آٹھ ابواب میں منقسم ہے اور اس میں تقریباً پانسو شلوک ہیں۔ دھرت راشٹر کے ساتھ دوران گفتگو میں ودور اولاً ایک پنڈت یعنی ایک عالم شخص کے خواص بیان کرتا ہے کہتا ہے:۔

۱۔ جو شخص نیک کام کرتا اور تمام برائیوں سے نفرت کرتا ہے جو خدا پر پکا ایمان اور سختی کے ساتھ بھلائی پر مائل ہے! وہ پنڈت ہے:۔

۲۔ جس میں غصہ، غرور اور جلد بازی نہیں ہے جو اپنے آپ کو بہت کچھ نہیں سمجھتا وہ پنڈت ہے۔

۳۔ جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں سرد و گرم، اقبال و ادبار سے غیر متاثر رہتا ہے، وہ پنڈت ہے۔

۴۔ جو کسی بات کو دیر تک غور سے سنتا اور مطلب کو فوراً سمجھتا اور اخذ کرتا ہے، جو لالچی نہیں ہے اور کسی کے کام میں دخل درمعقولات نہیں کرتا، وہ پنڈت ہے۔

۵۔ جو لوگ ناممکن الحصول اشیاء کی خواہش نہیں کرتے ہیں .... جو چاند کے لئے کبھی نہیں روتے ...... جو اپنا دل ایسی باتوں کے لئے نہیں کڑھاتے جو ہو چکی ہیں اور جن کا کوئی چارہ نہیں ہو سکتا ..... جو گرے ہوئے دودھ کے لئے روتے نہیں اور جو مصیبت کے وقتوں میں بھی ذہنی اعتدال ہاتھ سے نہیں دیتے ...... وہ دانا آدمی ہیں۔

۶۔ جو اچھے کام کرنے سے خوش ہوتے اور صرف وہ فعل کرتے ہیں جن سے اقبال کی ترقی ہو، جو دوسروں پر حسد نہیں کرتے، وہ واجب الاحترام عالم ہیں۔

۷۔ جو شخص تمام ذوی الحیات کی نشو و نما کے علوم کے بھیدوں کو سمجھتا ہے جو ہر معاملہ کی کامیابی کے گروں کو پہچانتا ہے اور فطرت انسانی کے مطالعہ میں ذکاوت دکھاتا ہے وہ پنڈت ہے۔

۸۔ جو شخص اپنے فرائض کی بجا آوری میں غفلت کرتا اور دوسروں کے راستہ میں روڑے ڈالتا ہے اور جو دوست کے ساتھ بیوفا ثابت ہوتا ہے وہ احمق کہلاتا ہے۔

۹۔ ناخواندہ مہمان، ایک بے ضرورت گفتگو کرنے والا بکواسی، مکار آدمی پر بھروسہ کرنیوالا شخص۔ یہ سب ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔

۱۰۔ جو شخص بے پایان دولت اور علم حاصل کرنے کے باوجود ایک سادہ زندگی بسر کرتا ہے وہ دانا ہے۔

۱۱۔ اس سے زیادہ کمینہ کون شخص ہے جو اپنے متوسلین کی بہبودی سے توغافل رہتا ہے اور خود لاؤبالی پن اور عیش کی زندگی بسر کرتا ہے۔

۱۲۔ کمان سے نکلا ہوا تیر کسی شخص کو ہلاک کرتا بھی ہے اور نہیں بھی کرتا۔ لیکن جو دانشمند موقع سمجھ کر خیرباد کہدے وہ یقیناً اپنے ملک اور بادشاہ پر تباہی لاتا ہے۔

۱۳۔ راستبازی عرش پر جانیکا ایک زینہ ہے یا مثل ایک کشتی کے ہے جو اس بحر مصیبت سے پار لیجاتی ہے۔

۱۴۔ جن لوگوں کے دل رحم کی خوبی سے متصف ہیں، ان میں صرف ایک نقص نکالا جاسکتا ہے لوگ ان کو خفیف الارادہ خیال کرتے ہیں۔

۱۵۔ لیکن یہ چیز دراصل ان لوگوں کا نقص نہیں ہے رحم بجائے خود ایک طاقت ہے جو کمزور ہیں، ان کے لئے یہ بمنزلہ ایک صفت حسنہ کے ہے اور بہادر آدمی کا زیور ہے۔

۱۶۔ رحم کی صفت کل کائنات پر حکومت کرسکتی ہے اگر یہ ہو تو کونسی چیز ایسی ہے جو نہ کیجا سکتی ہو؟ حتیٰ کہ ایک شریر النفس بھی اس شخص کو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا جس کے ہاتھ میں رحم کا مدافعانہ حربہ ہے۔

۱۷- صرف فرض ہی مذہب ہے صرف رحم ہی امن ہے، صرف تعلیم ہی قناعت ہے کہ ذی روحوں پر رحم کرنا آخر میں چلکر مسرت بخشتا ہے۔

۱۸- دوزخ میں جانے کے یہ تین دروازے ہیں۔ (۱) شہوت (۲) غصہ (۳) حرص، پس ان سے حذر کرو۔

۱۹- جو شخص اپنی خوشحالی کا متمنی ہے۔ اس کو یہ بری عادتیں چھوڑ دینی چاہئیں (۱) ضرورت سے زیادہ نیند (۲) بیکاری (۳) خوف (۴) غصہ اور (۵) سہل انگاری۔

۲۰- جس شخص میں کوئی غرور کوئی حسد نہیں ہے، جو اپنے بادشاہ سے نفرت نہیں رکھتا، جس کے مزاج میں کینہ نہیں ہے اور جو بدمعاشان کی صحبت سے دور رہتا ہے وہ سب سے اچھا آدمی ہے۔

۲۱- اوس شخص پر کوئی آفت نہیں آتی جو کھانے میں اعتدال رکھتا اور اپنے متوسلین میں چیزوں کو حصہ رسد تقسیم کرتا ہے اور جو مستحق اعانت دشمن کی بھی دستگیری کرتا ہے۔

۲۲- جو شخص اس دنیا میں خوشحال رہنا چاہتا ہے اس کو صحت بخش اور زود ہضم غذا کھانی چاہئے۔

۲۳- دہرم کی حفاظت حق گوئی سے ہوتی ہے تعلیم ذہن کی یکسوئی سے یاد رہتی ہے۔ حسن باقاعدہ نشست وشو سے قائم رہتا ہے اور خاندان نیک اعمال سے بنا رہتا ہے۔

۲۴- میری رائے میں وہ شخص جو نیک افعال سے معرا ہے ہیچ ہے خواہ وہ کسی شریف خاندان میں کیوں نہ پیدا ہوا ہو اور ایک نیک کردار آدمی عزت کا سزاوار ہے چاہے وہ نیچی ذات میں پیدا ہوا ہو۔

۲۵- تعلیم دولت اور کسی اعلیٰ خاندان میں پیدا ہونا ایک بد آدمی کے کے لئے نقصان دہ ہیں حالانکہ یہی ایک شریف طفل کے حق میں نہایت مفید ہیں۔

۲۶- چال چلن انسان کی بہترین ملک ہے اس کے بغیر وہ کمیکرس اوٹھاتا ہے کہ اگر وہ اپنی سیرت کو برباد کردے تو اس کی دولت اس کا خاندان اور اسکی تمام زندگی سب بیکار ہیں

۲۷- ادنیٰ ترین درجہ کا آدمی ذرائع معاش کی مسدودی سے ہراساں ہوجاتا ہے متوسط

درجہ کا آدمی موت سے ڈرتا ہے۔ لیکن سب سے اعلیٰ ترین قسم کے انسان کو سب سے زیادہ رنج اور خوف اپنی عزت اور نیک نامی کے جاتے رہنے کا ہوتا ہے۔

۲۸۔ ایک جنگل جو کلہاڑیوں یا تیروں (یا دوسرے تباہ کن ذرائع کی مدد سے) سے کاٹ ڈالا گیا ہو دوبارہ ہرا ہو سکتا ہے لیکن زبان سے نکلا ہوا ایک ناشائستہ لفظ اپنے نتائج کے اعتبار سے بہت زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ برے یا ناملائم الفاظ کے استعمال سے دوسروں کے جذبات پر جو زخم پڑ جاتا ہے وہ لاعلاج ہو جاتا ہے۔

۲۹۔ جس قدر کوئی شخص غور کرنے اور نیک کام انجام دینے کی زیادہ کوشش کرتا ہے اسی قدر اس کو اپنا کام پورا کرنے کی زیادہ توفیق ہوگی، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔

۳۰۔ ان چیزوں سے پرہیز کرو (۱) نشی اشیاء (۲) جھگڑالو طبیعت (۳) کسی قوم سے دشمنی (۴) ایک خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان نزاع پیدا کرنا یا جھگڑے ڈالنا (۵) کسی خاندان کے افراد میں جدائی یا نااتفاقی پیدا کرنا (۶) کسی حاکم سے غیر وفاداری

۳۱۔ بڑھاپا چہرے کے رنگ روپ کو بگاڑ دیتا ہے، ہوس ہمت کو کم کرتی ہے، موت آدمی کو زندگی سے محروم کر دیتی ہے، پرکینہ طبیعت دھرم کو بگاڑ دیتی ہے، غصہ صحت کو کھو دیتا ہے، رذیلوں کی ملازمت آدمی کے چال چلن کو خراب کر دیتی ہے، شہوت نفسانی سے حیا جاتی رہتی ہے، لیکن خودنمائی انسان کو ہر چیز سے محروم کر دیتی ہے۔

۳۲۔ یہ آٹھ اوصاف انسان کو مشہور و معروف کر دیتے ہیں:۔ (۱) ذہانت (۲) سیرت کی شرافت (۳) حواس پر قابو رکھنا (۴) مطالعہ (۵) شجاعت (۶) مناسب موقعوں پر زیادہ بولنا (۷) بقدر وسعت خیرات کرنا اور (۸) احسان مندی۔

۳۳۔ دھرم کی یہ ہشت گانہ تقسیم ہے:۔

۱۔ قربانی کرنا (۲) مطالعہ اور انہماکِ ذہن (۳) ریاضت کرنا (۴) راستی (۵) عفو۔ (۶) دردمندی (۷) ترکِ ہوس (۸) خیرات۔

۳۴۔ جوانی میں ایسے کام کرو جن سے بڑھاپے میں تم کو خوشی حاصل ہو، اپنی زندگی بھر وہ کام کرو جو مرنے کے بعد بھی تمہاری راحت کا باعث ہوں۔

۳۵۔ ایک آدمی کی سیرت اس کے ہم نشینوں کی عادات و خصائل سے بنتی ہے لیکن وہ چاہے تو اس کا نشو و نما اپنے ارادہ کے موافق بھی کر سکتا ہے۔

۳۶۔ جو ہمیشہ دوسروں کی بھلائی کی فکر کرتا ہے اور کبھی ان کی جانب سے بدی کے خیالات اپنے دل میں نہیں آنے دیتا، جو راستباز اور نرم مزاج ہے، اپنے دماغ پر قابو رکھتا ہے وہ بہترین قسم کا انسان ہے۔

۳۷۔ راحت اور مصیبت، ولادت اور موت نفع و نقصان یہ سب کے سب باری باری سے انسان کو پیش آتے ہیں، پس بہادر آدمی نہ تو کامیابی پر پھولتے ہیں اور نہ شکست سے مایوس ہوتے ہیں:۔

۳۸۔ اے راجہ! ایسے آدمی تو بہت آسانی سے اور بکثرت مل سکتے ہیں جو ہمیشہ میٹھی باتیں کیا کرتے ہیں لیکن ایسے اشخاص کا ملنا بے حد دشوار ہے جو بولتے تو ناگوار الفاظ ہوں لیکن ان سے انجام کار کوئی بھلائی پیدا ہوتی ہو اور وہ لوگ جو ایسے الفاظ کو سننا پسند کرتے ہیں وہ تو ان سے بھی کم تعداد میں ہیں۔

۳۹۔ ایک صفائی پسند آدمی کو دولت، طاقت اور قلب و جسم کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے

۴۰۔ جو شخص کھانے میں اعتدال رکھتا ہے اس کو چھ فوائد حاصل ہوتے ہیں:۔

(۱) صحت (۲) طویل عمر (۳) طاقت (۴) راحت (۵) صحت ور اولاد (۶) کوئی اس کو بڑ پیٹو کے برے نام سے نہیں پکارتا۔

۴۱۔ جس شخص میں دانائی، تہور اور اولوالعزمی موجود ہے اس کو اپنے ذرائع معاش کے حصول کے متعلق کوئی تشویش نہیں کرنی چاہئے۔

۴۲۔ یاد رکھو کہ صرف نیک اعمال کو انجام دینا ہی انسانوں کی فلاح کا سبب ہوتا ہے اس میں خطا کی تو پچھتانا پڑیگا۔

۴۳۔ کوشش کرنی چاہئے کہ داناؤں، بادشاہوں، عالموں، بڈھوں، معصوم بچوں اور مریضوں کے مقابلہ میں غصہ کو ضبط کیا جائے۔

۴۴۔ کئے ہوئے کام کہے ہوئے الفاظ، سوچے ہوئے خیالات ان سب کی ذمہ داری انسان پر عائد ہوتی ہے، پس صرف نیک اعمال ہی کرو اور انہی کا خیال کرو۔

۴۵۔ دھرم ابدی ہے، خوشی اور رنج سریع الزوال ہیں، روح ابدی ہے لیکن جسم چند روزہ ہے

ابدی چیزوں کا زیادہ خیال کرو، قناعت کی زندگی بسر کرو۔ ایک قناعت ہی دائمی نعمت کے برابر ہے
ہوس ہے زندگی ایک دریا ہے، نیکی اشنان گھاٹ ہے، سچائی اس کا پانی ہے اخلاقی
جرأت اس کا کنارہ ہے۔ رحم اسکی لہریں ہیں۔ اچھے لوگ ایسے ہی دریا میں غوطہ لگاتے ہیں۔
یہ چند شلوک ہیں جو ودورا کے اصول اخلاق سے بحث کرتے ہیں۔ انہوں نے دھرت راشٹر
کو اخلاقی تعلیم دی تھی اور نیکی کی حمایت کی تھی۔ پانڈوؤں کا معاملہ حق کا معاملہ تھا۔ ویدک ہند کی تاریخ
میں جنگ مہابھارت کی حیثیت بمنزلہ راہ کے ایک موڑ کے ہے اس خانہ جنگی میں اگرچہ آخر کار
حق ہی کی فتح ہوئی لیکن نتائج کئی حیثیتوں سے تباہ کن بھی ثابت ہوئے کیونکہ شیتر (اشخاص) یا نی چپ
کے اس میدان قتال میں کیسی کیسی شریف ہستیاں موت کے گھاٹ اتریں اور مستقبل کا تاریک ہونا
تو لازمی چیز تھا۔ مجسمہ رحم آقا بودھ کے ظہور تک ایک مرتبہ پھر بدی کی قوتوں کا دور دورہ ہوگیا
اس ادور دورہ تبلیغ کا مقصد یہ تھا کہ جو اخلاقی روح ایک صحیح مذہب میں پائی جاتی ہے اسے پھر
زندہ کردے کہ وہی روح اسی نیتی میں جاری و ساری ہے بوجہ اپنی جلیل المرتبہ اپنشدوں کی
تعلیمات کی صدائے بازگشت ہے اور دوسری نیتیوں کی طرح ودورائی نیتی بھی قدیم ہندو مذہب کے
اخلاقی حصہ کا یا یوں کہنا چاہئے کہ ویدک مذہب کا نچوڑ ہے صاف ظاہر ہے کہ اس کا مصنف
ودورا راستی، شرافت نفس اور فرائض کے سرانجام پر بہت زور دیتا ہے وہ اخلاقی عظمت کو انفرادی
یا اجتماعی عظمت کی اساس مانتا ہے وہ برابر دھرت راشٹر کے کانوں میں بھی کہتا رہتا ہے کہ پانڈو کے ساتھ
تمہارے جو تعلقات ہیں ان میں قوانین اخلاق کی پابندی بہت اہم ہے۔ زیرک راجہ اگرچہ بالواسطہ
نیکی کی تعریف کرتا تھا۔ لیکن آخر کار اس نے اپنا معاملہ حوالہ تقدیر کر دیا اور اسکی تلقین کا کچھ خیال
نہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو زوال نصیب ہوا جس کے وہ واقعی سزاوار بھی
تھے، ہم پھر کہتے ہیں کہ کوروں کا زوال ان لوگوں کے لئے ایک درس عبرت ہے جو عدل وانصاف
کے اصول کو نظر انداز کر دیتے ہیں، پانڈو کی فتح جو تعداد میں کوروں سے کم تھے، دراصل نیکی، راستی اور
دھرم کی فتح ہے۔

باب

ودورا کے اصول اخلاق

سنسکرت اشلوک:-

(१) निषेवते प्रशस्तानि निन्दितानि न सेवते ।
अनास्तिकः श्रद्दधान एतत् पण्डितलक्षणम् ॥

(२) क्रोधो हर्षश्च दर्पश्च ह्रीर्दम्भो मान्यमानिता ।
यमर्थान्नापकर्षन्ति स वै पण्डित उच्यते ॥

(३) यस्य कृत्येन विघ्नन्ति शीतमुष्णं भयं रतिः ।
समृद्धिरसमृद्धिर्वा स वै पण्डित उच्यते ॥

(४) क्षिप्रं विजानाति चिरं शृणोति ।
विज्ञाय चार्थं भजते न कामात् ॥
नासंपृष्टो ह्युपयुङ्क्ते परार्थे ।
तत् प्रज्ञानं प्रथमं पण्डितस्य ॥

(५) नाप्राप्यमभिवाञ्छन्ति नष्टं नेच्छन्ति शोचितुम् ।
आपत्सु च न मुह्यन्ति नराः पण्डितबुद्धयः ॥

(६) आर्यकर्मणि रज्यन्ते भूतिकर्माणि कुर्वते ।
हितं च नाभ्यसूयन्ति पण्डिता भरतर्षभ ॥

(७) तत्त्वज्ञः सर्वभूतानां योगज्ञः सर्वकर्मणां ।
उपायज्ञो मनुष्याणां नरः पण्डित उच्यते ॥

(८) स्वमर्थं यः परित्यज्य परार्थमनुतिष्ठति ।
मिथ्या चरति मित्रार्थे यश्च मूढः स उच्यते ॥

(९) अनाहूतः प्रविशति ह्यपृष्टो बहु भाषते ।
अविश्वस्ते विश्वसिति मूढचेता नराधमः ॥

(१०) अर्थं महान्तमासाद्य विद्यामैश्वर्यमेव वा ।
विचरत्यसमुन्नद्धो यः स पण्डित उच्यते ॥

(११) एकः सम्पन्नमश्नाति वस्ते वासश्च शोभनम् ।

योऽसं विभज्य भृत्येभ्यः को नृशंसतरस्ततः

(१२) एकं हन्यान्नवा हन्यादिषुर्मुक्तो धनुष्मता।
बुद्धिर्बुद्धिमतोत्सृष्टा हन्याद्राष्ट्रं सराजकम्॥

(१३) सत्यं स्वर्गस्य सोपानं पारावारस्य नौरिव।

(१४) एकः क्षमावतां दोषः द्वितीयो नोपपद्यते।
यदेनं क्षमया युक्तमशक्तं मन्यते जनः॥

(१५) सोऽस्य दोषो न मन्तव्यः क्षमा हि परमं बलम्।
क्षमा गुणो ह्यशक्तानां शक्तानां भूषणं॥

(१६) क्षमा वशीकृतिर्लोके क्षमया किं न साध्यते।
शान्तिखड्गं करे यस्य दुर्जनः किं करिष्यति॥

(१७) एको धर्मः परं श्रेयः क्षमैका शान्तिरुत्तमा।
विद्यैका परमा तृप्तिरहिंसैका सुखावहा॥

(१८) त्रिविधं नरकस्येदं द्वारं नाशनमात्मनः।
कामः क्रोधस्तथा लोभस्तस्मादेतत्त्रयं त्यजेत्॥

(१९) षड् दोषाः पुरुषेणेह हातव्या भूतिमिच्छता।
निद्रा तन्द्रा भयं क्रोध आलस्यं दीर्घसूत्रिता॥

(२०) दम्भं मोहं मत्सरं पापकृत्यं राजद्विष्टं पैशुनं पूगवैरं।
मत्तोन्मत्तैर्दुर्जनैश्चापि वादं यः प्रज्ञावान् वर्जयेत् स प्रधानः॥

(२१) मितं भुङ्क्ते संविभज्याश्रितेभ्यो।
मितं स्वपिति मितं कर्म कृत्वा॥
ददात्यमित्रेष्वपि याचितः सन्।
तमात्मवन्तं प्रजहत्यनर्थाः॥

(२२) यच्छक्यं ग्रसितुं ग्रस्यं ग्रस्तं परिणमेच्च यत्।

द्विंतं च परिणामे यत्तदाग्रं भूति मिच्छता ॥

२३ सत्येन रक्ष्यते धर्मो विद्या योगेन रक्ष्यते।
मृजया रक्ष्यते रूपं कुलं वृत्तेन रक्ष्यते ॥

२४ न कुलं वृत्त हीनस्य प्रमाण मिति मे मतिः।
अन्त्यष्वपि हि जातानां वृत्तमेव विशिष्यते॥

२५ विद्या मदो धनमदस्तृतीयोऽभिजनने मदः।
मदा ह्येतेऽवलिप्तानामेत एव सतां दमाः॥

२६ शीलं प्रधानं पुरुषे तद्यस्येह प्रण स्यति।
न तस्य जीविते नार्थो न धनेन न बन्धुभिः॥

२७ अवृत्ति भयं मन्त्यानां मध्यानां मरणाद्भयम्।
उत्तमानां तु मर्त्यानाम वमानात् परं भयम्॥

२८ रोहते सायकैर्विद्धं वनं परशुनाहृतम्।
वाचा दुरुक्तं बीभत्सं न प्ररोहति वाक्क्षतम्॥

२९ यथा यथा हि पुरुषः कल्याणे कुरुते मनः।
तथा तथास्य सर्वार्थाः सिध्यन्ते नात्र संशयः॥

३० मद्यपानं कलहं पूगवैरं भार्यापत्योरन्तरं ज्ञातिभेदम्।
राजद्विष्टं स्त्रीपुंसयोर्विवादं वर्ज्यान्याहुः-

३१ जरा रूपं हरति हि धैर्यमाशा।
मृत्युः प्राणान् धर्मचर्यामसूया॥
क्रोधः श्रियं शीलमनार्यसेवा।
ह्रियं कामः सर्वमेवाभिमानः॥

३२ अष्टौ गुणाः पुरुषं दीपयन्ति प्रज्ञा कौल्यं च दमः श्रुतं च।
पराक्रमश्चाबहुभाषिता च दानं यथाशक्ति कृतज्ञता च॥

३३ इज्याध्ययनदानानि तपः सत्यंक्षमा धृणा।
अलोभइति मार्गोऽयं धर्मस्याष्टविधः स्मृतः॥

३४ पूर्वे वयसि तत्कुर्याद्येन प्रेत्य सुखंवसेत्॥

३५ यादृशैः सह निवसन्ति यादृशांश्चोपसेवते।
यादृगिच्छेत् भवितुं तादृग्भवति पूरुषः॥

३६ भाव मिच्छति सर्वस्य नाभावो कुरुते मनः।
सत्यवादी मृदुर्दान्तो यः स उत्तम पूरुषः॥

३७ सुखंच दुःखंच भावाभावौ चलाभालाभौ मरणंजीवितंच।
पर्यायशः सर्वमेतं स्पृशन्ति तस्माद्धीरोन प्रहृष्येन्न शोचित्॥

३८ सुलभाः पुरुषाराजन् सततं प्रियवादिनः अप्रियस्य च पथ्यस्य वक्ता श्रोता च दुर्लभः॥

३९ गुणा दश स्नानशीलं भजन्ते बलंरुपं स्वरवर्णप्रशुद्धिः। स्पर्शश्च गन्धश्च
विशुद्धता च श्रीः सौकुमार्यं प्रवराश्च नार्यः॥

४० गुणाश्च षण्मितभुक्तं भजन्ते आरोग्य मायुश्च बलं सुखंच।
अनाविलं चास्य भवत्यपत्यं न चैन माद्यून इति क्षिपन्ति॥

४१ वृध्दिः प्रभावस्तेजश्च सत्त्वमुत्थानमेव च।
व्यवसायश्च यस्य स्यात्तस्या वृत्ति भयंकुतः॥

४२ कर्मणां तु प्रशस्तानां अनुष्टानं सुखावहम्। तेषामेवाननुष्टानं पश्चात्तापकरं मतम्।

४३ दैवतेषु प्रयत्नेन राजसु ब्राह्मणेषु च। नियन्तव्यः सदा क्रोधो वृध्धबालातुरेषु च॥

४४ कर्मणां तु प्रशस्तानां अनुष्टानं सुखवहम्। तेषामेवाननुष्टानं पश्चातापकरं मतम्॥

४५ देवतेषु प्रयत्नेन राजसु ब्राह्मणेषु च। नियन्तव्य सदा क्रोधो वृध्ध बालातुरेषु च॥

४६ कर्मणा मनसा वाचा यदभीक्ष्णं निषेवते। तदेवापहरत्येनं तस्मात्कल्याणमाचरेत्॥

४७ नित्यो धर्मः सुखदुःखे त्वनित्ये जीवो नित्यो हेतुरस्य त्वनित्यः।
त्यक्त्वा अनित्यं प्रतितिष्ठस्व, नित्यं संतुष्य संन्तोषपरो हि लाभः॥

४८ आत्मानदी भारत पुण्यतीर्थ सत्योदका धृति कूला दयोर्मि।
तस्यां स्नातः पूयते पुण्य कर्मा पुण्यो ह्यात्मा नित्यमलोभ एव॥

باب ۸

چانکیا کے اصول اخلاق

چانکیا نیتی سیاسیات پر ایک بڑا قابل قدر رسالہ ہے۔ مصنف نے اس موضوع سے نہایت عمدہ پیرایہ میں بحث کی ہے۔ اگرچہ کتاب خاص طور پر بادشاہوں اون کے وزراء اور مملکت کے دیگر عمال سے متعلق ہے تاہم مسائل اخلاقیات کی بھی شرح کی گئی ہے۔ مدبر اعظم چانکیا نے اس اہمیت کو محسوس کرلیا تھا جو ایک فرمانروا کی نظروں میں اخلاق کی ہونی چاہئے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے عام شائقین کی ہدایت کے لئے بھی بہت سے اصول قلمبند کئے ہیں مندرجہ ذیل شلوکوں کے نمبر چانکیا نیتی درپن کے ابواب سے متعلق ہیں۔ روایات اور عام قصے کہانیوں میں یہ مشہور ہے کہ چانکیا چندر گپت کے دربار میں کسی عہدہ پر مامور تھا اس کا اسلوب بیان واضح گوناگوں پرزور اور سادہ ہے اس کے چند شلوک کا مطلب درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اڑے وقت میں کام آنے کے لئے دولت پس انداز کرو کیسے معلوم ہے کہ کب اور کس وقت کسی امیر آدمی کو تنگدستی کی تکلیف محسوس ہونے لگے۔

باب ۱/۷

۲۔ جس ملک میں یہ چیزیں نہیں ہیں وہاں رہنا بھی قرین مصلحت نہیں ہے:۔

الف۔ تعظیم اور مہمان نوازی کا برتاؤ۔

ب۔ معقول معاش کے ذرائع۔

ج۔ احباب واقارب۔

د۔ حصول علم کے ذرائع۔

ھ۔ ایسے اصحاب دل جو مائل بہ داد و دہش ہوں۔

و۔ دانشمند لوگ۔

ز ۔ باقاعدہ حکومت ۔
ح ۔ اچھا پانی ۔
ط ۔ ایک لائق طبیب ۔

باب ۱، ۸، ۹
۳۔ ملازم کی اچھائی برائی اس کو کسی کام پر بھیجنے سے معلوم ہو سکتی ہے، عزیزوں کی ہمدردی مصیبت کے وقت آزمائی جا سکتی ہے، دوستوں کا امتحان درماندگی میں ہو سکتا ہے اور بیوی کی محبت کی جانچ اوس وقت ہو سکتی ہے جب خاوند کو افلاس نے گھیر لیا ہو۔ باب ۱، ۱۱
۴۔ جو شخص ایک فرمانبردار بیٹا اور ایک وفادار بیوی رکھتا اور فراوانی کے باوصف قناعت اور سادگی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کے لئے یہ زمین بجائے خود بہشت ہے ۔

باب ۲، ۳
۵۔ ایک دوست نما دشمن پر کبھی اعتبار نہ کرو کسی دوست سے بھی اپنا راز کہنے میں احتیاط رکھو کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر وہ دوست کسی بات پر تم سے ناراض ہو جائے تو تمہارے تمام راز افشا کر دیگا ۔ باب ۲، ۶
۶۔ جو والدین اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلاتے، وہ ان کے دشمن ہیں ۔ دانا لوگ ایسے بچوں کی کبھی عزت نہیں کرتے ۔ باب ۲، ۱۱
۷۔ ایک جاہل شخص اپنی تمام دولت، حسن اور شرافت نسب کے باوجود کبھی عزت نہیں پاتا وہ ایک ایسا پھول ہے جس میں خوشبو نہیں ۔ باب ۳، ۸
۸۔ افلاس محنت سے دفع ہو سکتا ہے کسی حقیقی زاہد سے گناہ سرزد ہونیکا احتمال نہیں ہوتا، خاموشی افضل ہے، اس سے کوئی نزاع نہیں پیدا ہوتی، ایک محتاط شخص کو ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ۔ باب ۳، ۱۱
۹۔ جب تک یہ جسم تندرست ہے اور موت کے آنے میں بہت دن باقی ہیں نیک کام کئے جاؤ، پیرانہ سالی کسی کام کے کرنے کے قابل نہیں رکھتی ۔ باب ۴، ۴
۱۰۔ مناسب وقت ڈھونڈھنے، مناسب دولت پانے، کسی معاملہ میں نفع و نقصان

اور کسی شخص کی قابلیتوں کا صحیح اندازہ کرنے میں حزم و احتیاط سے کام لو۔ باب ۴، ۱۸

۱۱۔ سونے کی پہچان چار طرح سے ہوتی ہے، کسوٹی پر کسنے سے، توڑنے سے، تپانے اور کوٹنے سے، آدمی کی صحیح قدر بھی اس کی خیرات، سیرت، برتاؤ اور اعمال سے معلوم ہوتی ہے۔
باب ۵، ۲

۱۲۔ آدمی کو کسی واقعی خطرہ کے پیش آنے سے قبل خوف زدہ نہیں ہو جانا چاہئے اور جب ایکمرتبہ یہ پیش آ جائے تو بہادری کے ساتھ ان مشکلات سے نکلنے کی سعی کرنی چاہئے۔
باب ۵، ۳

۱۳۔ بدی کے جذبہ سے زیادہ بری کوئی بیماری نہیں ہے، جہالت سے بڑا کوئی دشمن نہیں، غصہ کے مانند کوئی آگ نہیں اور حصول علم سے بہتر کوئی راحت نہیں۔ باب ۵، ۱۲

۱۴۔ دولت اور زندگی ناپائیدار ہیں، اس فانی دنیا میں صرف ایک نیکی کو ثبات ہے۔
باب ۵، ۲۱

۱۵۔ وہ اکلوتا بیٹا جو نیکی اور علم سے متصف ہو، خاندان کی خوشی کا باعث ہو جاتا ہے، جس طرح چاند رات کے حق میں ہوتا ہے۔ باب ۳، ۱۲

۱۶۔ ان پانچوں کا ادب باپ کی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے:۔ (۱) باپ (۲) مرشد (۳) استاد (۴) کھانا دینے والا (۵) کسی خطرہ سے بچانیوالا، یہ سب رتبہ میں باپ کے برابر ہیں۔
باب ۵، ۲۲

۱۷۔ ایک حریص آدمی کو روپیہ دیکر رام کر سکتے ہو، ایک احمق کو اس کی مرضی کے موافق کام کر کے راضی کر سکتے ہو، ایک متکبر کو اپنی نرمی سے مطمئن کر سکتے ہو لیکن ایک دانشمند صرف صداقت سے خوش ہوتا ہے۔

حیوانوں میں بھی بعض ایسی صفتیں ہوتی ہیں جن کی تقلید انسان بجا طور پر کر سکتا ہے یہ چار اوصاف کتے کی خصوصیات میں داخل ہیں:۔

۱۔ عالی ہمت مگر بہت تھوڑی چیز سے مطمئن ہو جانے والا۔
۲۔ نیند کا شوقین مگر مستعدی اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہونیوالا۔

۳۔ اپنے آقا کی وفادارانہ خدمت۔
۴۔ لڑنے میں دلیر۔
۱۹۔ گدھے میں یہ تین خوبیاں ہیں جنکی ایک انسان بلاخوف تقلید کر سکتا ہے۔
۱۔ یہ تھکن کے باوجود بوجھ اٹھاتا اور اپنے فرائض کو انجام دیتا ہے۔
۲۔ اپنا کام کرنے میں گرمی اور سردی کی شدت کی مطلق پروا نہیں کرتا۔
۳۔ قناعت کی زندگی بسر کرتا ہے۔
ایک مرغ علی الصباح اٹھتا اور جو کچھ اسے ملتا ہے اپنے بچوں اور ساتھیوں کے ساتھ چگ لیتا ہے۔ کوے کی قسم کا ایک پرندہ وقت پر آڑے وقت کی ضرورت کے لئے ذخیرہ جمع کر لیتا ہے۔ ایک چیونٹی انسان کو مشقت کی تعلیم دیتی ہے۔ باب ۶، ۱۵، ۲۰
۲۰۔ قناعت ایک دائمی نعمت ہے۔
۲۱۔ پانی بہتا رہے تو تالاب صاف رہتا ہے، پانی کا اس طرح نکل جانا کوئی نقصان نہیں ہے۔ دولت بھی اگر دیکھ بھال کر خیرات کی جائے تو ضائع نہیں ہوتی۔ باب ۷، ۱۴
۲۲۔ ایک دانا آدمی کلام اور قلب کی پاکیزگی حاصل کرتا اور تمام ذی روحوں پر مہربان ہوتا ہے۔
۲۳۔ اپنے نفس کو پہچانو، زندگی کی ماہیت پر نظر کرو، ذرا دیکھو، کہ گنے میں شکر، دودھ میں گھی اور پھول میں خوشبو ہوتی ہے۔ باب ۷، ۲۱
۲۴۔ اگر تم قید و بند سے آزادی اور مسرت کامل چاہتے ہو تو عفو، رحم، پاکیزگی اور سچائی اختیار کرو، اے دوست! کبھی اپنے جذبات کا غلام نہ بن۔ باب ۹، ۱
۲۵۔ محض دولتمند نہ ہونے سے کوئی آدمی پست فطرت خیال نہیں کیا جاتا، البتہ تعلیم یافتہ نہ ہونے سے وہ ضرور کمینہ متصور ہوتا ہے (عزت دولت پر نہیں بلکہ علم پر منحصر ہے)
۲۶۔ ہوشیاری سے چلو، مقطر پانی پیو، سمجھ کی باتیں کرو اور وہ کام کرو جن کو تمہارا ضمیر قبول کرتا ہے۔ باب ۱۰
۲۷۔ ایک پکّے طالب علم کو یہ باتیں چھوڑ دینی چاہئیں:۔ حرص، مقویات کا استعمال،

عشقیہ معاملات، بے حد کملنڈراپن، بہت زیادہ سونا، پورے وقت کے لئے کسی کا ملازم ہونا

۲۸۔ ماضی کا غم نہ کرو، مستقبل کے لئے ضرورت سے زیادہ بے چین نہ رہو، حال کی فکر کرو، اور داناؤں کے طریقہ پر عامل بنو۔ باب ۱۴، ۲۰

۲۹۔ شریر لوگوں کو اپنے سے دور ہی دور رکھو۔ شریف الخصال اشخاص کی صحبت میں رہو، دن رات نیک کام کرو، اس ہستی کی ناپائیداری کو یاد رکھو۔

۳۰۔ مجھے وہ دولت نہیں لینی چاہئے جو دوسروں کو ایذا پہونچانے، انصاف کی خلاف ورزی کرنے اور دشمنوں کو برباد کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ باب ۱۶، ۱۱

باب
چانکیا کے اصول اخلاق

سنسکرت اشلوک:۔

१ आपदर्थे धनं रक्षेत श्रीमतस्य किमापदः

२ यास्मिन्देशे न संमानो न वृत्तिर्न च बांधवाः

न्च विद्या गमोप्यस्ति वासं तत्र न कारयेत्

धनिकः श्रोत्रियो राजा नदी वैद्य स्तु पंचमः

पञ्चन यत्र विद्यन्ते न तत्र दिवसं वसेत्

३ जानीयात् प्रेषणे भृत्यान् बान्धवान् व्यसनागमे।

मित्रं चापत्तिकाले तु भार्यां च विभवक्षये॥

४ यस्य पुत्रो वशीभूतो भार्या छन्दानुगामिनी।

विभवे यश्च संतुष्टः तस्य स्वर्ग इहैव हि

५ न विश्वसेत् कुमित्रे च मित्रे चापि न विश्वसेत्

कदाचित् कुपितं मित्रं सर्वं गुह्यं प्रकाशयेत्

६ माता शत्रुः पिता वैरी येन बालो न पाठितः

न शोभते सभामध्ये हंस मध्ये बको यथा

७ रूपयौवन संपन्नाः विशाल कुल संभवा। विद्या हिना न शोभन्ते निर्गन्ध इव किंशुकाः॥

८ उद्योगे नास्ति दारिद्र्यं जपतो नास्ति पातकं॥ मौनेन च कलहो नास्ति नास्ति जागरिते भयम्॥

९ यावत्स्वस्थो ह्ययं देहो यावन्मृत्युश्च दूरतः
तावदात्म हितं कुर्यात् प्राणान्ते किं करिष्यति

१० कः कालः कानि मित्राणि को देशः को व्ययागमो
कस्याहं का च मे शक्तिः इति चिन्त्यं मुहुर्मुहुः॥

११ यथा चतुर्भिः कनकं परीक्ष्यते निघर्षण च्छेदन ताप ताडनैः॥
तथा चतुर्भिः पुरुषः परीक्ष्यते त्यागेन दानेन गुणेन कर्मणा॥

१२ तावद्भयेषु भेतव्यं यावद्भयं नागतम्। आगतम् तु भयं दृष्ट्वा महर्तव्य मशङ्कया॥

१३ नास्ति काम समो व्याधिर्नास्ति मोह समो रिपुः
नास्ति क्रोध समो वह्निः॥ नास्ति ज्ञान समं सुखम्॥

१४ चला लक्ष्मी श्चलाः प्राण श्चले जीवित मन्दिरे
चला चले च संसारे धर्म एको हि निश्चलः॥

१५ एकेनापि सुपुत्रेण विद्या युक्तेन साधुना
आह्लादितं कुलं सर्वं यथा चंद्रेण शर्वरी॥

१६ जनिता चोपनेता च यस्तु विद्यां प्रयच्छति
अन्न दाता भयत्राता पञ्चैते पितरः स्मृताः

१७ लुब्ध मर्थेन गृह्णीयात् स्तब्ध मञ्जलिकर्मणा।
मूर्खं छन्दानुवृत्त्या च यथार्थत्वेन पण्डितम्॥

१८ बह्वाशी स्वल्पसंतुष्टः सुनिद्रः शीघ्रचेतनः
स्वामी भक्तश्च शूरश्च षडेते श्वानतो गुणाः
१९ सुश्रान्तोऽपि वहेद्भारं शीतोष्णं न पश्यति
सन्तुष्टश्चरते नित्यं त्रीणि शिक्षेच्च गर्दभात्
२० संतोषामृत तृप्तानां सुखं शान्तिरेव च।
२१ उपार्जितानां वित्तानां त्याग एव हि रक्षणम्
तडागोदरसंस्थानां परिस्राव इवाम्भसाम्
२२ वाचा शौचं च मनसः परार्थिनाम
२३ पुष्पे गन्धं तिले तैलं काष्टे ऽग्निं पयसि घृतम्
इक्षौ गुडं तथा देहे पश्यात्मानं विवेकतः
२४ मुक्तिमिच्छसि चेत्तात विषयान् विषवत्त्यज
क्षमार्जव दया शौचं सत्यं पियुषवत् पिब
२५ धनहीनो न हीनश्च धनिकः स सुनिश्चयः
विद्यारत्नेन यो हीनः सहीनः सर्ववस्तुषु
२६ दृष्टिपूतं न्यसेत् पादं वस्त्रपूतं जलं पिबेत्।
शास्त्रपूतं वदेद् वाक्यं मनः पूतं समाचरेत्॥
२७ कामक्रोधौ तथा लोभं स्वादु शृङ्गारकौतुके
अति निद्राति सेवे च विद्यार्थी ह्यष्टवर्जयेते।
२८ गते शोकोन कर्तव्यो भविष्यं नैव चिन्तयेत्
वर्तमानेन कालेन प्रवर्तन्ते विचक्षणः
२९ त्यज दुर्जनसंसर्गं भज साधुसमागमम्
कुरु पुण्यमहोरात्रं स्मर नित्यमनित्यताम्॥
अति क्लेशेन ये अर्था धर्मस्यातिक्रमेण तु
शत्रूणां प्रणिपातेन अर्था मा भवन्तु मे

باب ۹

شنکراچاریہ کے اصول اخلاق

سنسکرت ادب کے جو متعدد نیتی شاستر آج بھی باقی ہیں ان سب میں شکرانیتی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ یہ اصول اخلاق، علم سیاست، عمرانیات، معدنیات اور جغرافیہ پر ایک اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے اور بدیں وجہ اس قابل ہے کہ اسے عام طور پر اور بالاستیعاب پڑھا جائے اس کا طرز بیان فی الحقیقت قدیم و دلاویز ہے اور والمیکی اور ویاس کا زمانہ یاد دلاتا ہے، حتیٰ کہ شلوکوں کی ترتیب بھی وہی ہے جو سنسکرت ادب کے عہد زریں کے ساتھ مخصوص تھی۔ لیکن بعض ناقدین کا خیال یہ ہے کہ یہ تصنیف کسی قریبی زمانہ کی ہے اور محض چند ادھر ادھر کی نظموں کا مجموعہ ہے۔ جب کوئی نقادانہ نظر رکھنے والا تاریخ کا طالب علم اس نیتی میں توپوں، بندوقوں، گھڑیوں اور بارود اور بارود [illegible] کا ذکر پاتا ہے تو وہ ضرور محو حیرت ہو جاتا ہے تاہم یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ کسی داخلی یا خارجی ثبوت سے کسی مصنف کے صحیح زمانہ کا تعین کرنا ایک گونہ مشکل کام ہے روایات و قصص میں اس کو اسرون کا معلم اور پروہت بتایا گیا ہے۔ اس روایت میں صداقت کا شائبہ نظر آتا ہے قدیم آریائی النسل کی تاریخی نشو و نما میں اسُرون اور سُرون میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے اگر سُر اس حیات ارضی کو محض خواب و خیال اور فریب نظر سمجھتے تھے تو اسُر اس کو حقیقی اور پرمعنی خیال کرتے تھے۔ اگر دیوتاؤں کی سیرت میں دھیان کرنا اور عدم فعلیت داخل تھے تو اسُر اپنی جنگجو اور اعلیٰ آدرش فطرت کا ثبوت دیتے تھے اسرون نے اپنی زندگیاں مادہ پرستی کے لئے وقف کر دی تھیں اور سُرون نے اپنا سب کچھ روح کی خدمت کے نذر کر دیا تھا۔ اگر ایک طرف یہ وسیع پیمانے پر علاقوں کی فتوحات اور نئے نئے شہروں کی تجویز اور زبردست قلعوں کی تعمیر پر مائل رہتے تھے تو دوسری طرف دیوتا تقدس، پارسائی اور امن کی زندگی بسر کرتے اور راکششوں کے ہاتھ سے طرح طرح کے ظلم اٹھاتے تھے چنانچہ سنسکرت ادب میں شکر

ویکرامتر سنگرام کا ذکر نظر آتا ہے۔ پس قدرتی طور پر یہ توقع کیجاسکتی ہے کہ ایک ایسی زبردست قوم کے معلم اور مرشد نے اپنی شاگرد قوم کی ہدایت کے لئے ضرور ایک کتاب تصنیف کی ہوگی۔ چونکہ یہ نیتی مختلف اہمیتیں رکھنے والے متعدد مباحث کا ذکر کرتی ہے اس لئے اس کی حیثیت ایک ناموس کی سی ہو گئی ہے۔ اخلاقیات اور علم سیاست کے جو اصول اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ جس طرح ان لوگوں پر جن کے لئے یہ نیتی ابتداءً مخصوص تھی، اچھا اثر پیدا کرنے میں کارگر ہوتے تھے، اسی طرح موجودہ زمانہ کے ان لوگوں کے لئے بھی مفید ہیں جو اسری فطرت رکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسروں نے اپنے گرو کے دانشمندانہ اقوال کو کبھی سمجھا ہی نہیں اور اسی وجہ سے ان کا زوال ناگزیر ہوگیا، یہاں تک کہ آج کے دن مشکل سے ان کی عظمت کی کوئی ایسی یادگار باقی ہے جو ان کے آندھی بگولے کی طرح عروج پالنے اور اس سے زیادہ جلدی برباد ہو جانے کی دردناک کہانی سنائے، ان پر ملکوں کے فتح کرنے کا جوش و شوق ایسا سوار تھا کہ انہوں نے بادشاہت کے اس نصب العین تک پہونچنے کی جو ان کے گرو نے پیش کیا تھا ہرگز پرواہ نہ کی اور محکوم نسلوں پر اس طرح حکمرانی کی کہ انکے جذبات اور احساسات کو بیدردی کیساتھ پامال کر دیا وہ جبر و تشدد سے حکومت کرتے تھے ہمدردی کو انکی حکمت عملی کا اہل اصول بننا بھی نصیب نہیں ہوا۔ انہوں نے کمال عیاری سے کام لیکر عدل کے تمام اصولوں کو اپنی جابرانہ حکومت سے خارج کر دیا اور اس طرح حاکم و محکوم کے درمیان جو فصل رفتہ رفتہ بڑھتا گیا اس کا چارہ کار شکراچاریہ کے امکان سے بھی باہر ہو گیا۔ آخرکار خود ان کے رعم و حماقت نے وقت پر ان کو بربادی کی چٹان پر دے پٹکا۔ اہی، مہی، ہیرن یکش اور ہیرن کشیاپ جیسے فرمانروا اور راون اور کنس کے مثل راکشش سب اسی قسم کی عیارانہ مصلحت کا شکار ہو گئے۔ بالی جیسے زبردست بادشاہ محض اس لئے تباہ و برباد ہو گئے کہ ان کی تہذیب جیسی بھی ہو لیکن اصول اخلاق، انصاف اور استحسان پر ہرگز مبنی نہ تھی۔ ذیل میں شکرانیتی کے چند اشلوک بیان کئے جاتے ہیں جو اصول کردار سے متعلق ہیں:-

۱۔ نیکی کے بغیر کوئی راحت حاصل نہیں ہو سکتی پس راستبازی کے طریقہ پر چلو۔ باب ۳، ۲۔

۲۔ قتل، چوری، بہتان، بیرحمی، فریب، شر انگیزی اور مخاصمانہ جذبات کو ترک کرو۔ باب ۳، ۷۔

۳۔ چند گناہ ایسے ہیں جو جسم اور کلام سے بھی سرزد ہو سکتے ہیں ان کو بالکل چھوڑ دو (غریب،

بیمار اور مصیبت زدہ کی اپنے امکان بھر حفاظت کرو۔ باب ۴، ۸

۴۔ ایک چیونٹی یا کسی کیڑے کی جان کو بھی اسی قدر مقدس سمجھو جسقدر تم خود اپنی جان کو سمجھتے ہو۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی ہمدردانہ جذبات سے پیش آؤ۔ باب ۴، ۹

۵۔ اپنے حواس پر بیحد تشدد نہ کرو اور نہ ان کے بندے بنجاؤ نہ رواقی بنو اور نہ ابیقوری (عیش پرست) ۔ باب ۴، ۱۱

۶۔ جو شخص خوشحالی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو زیادہ سونا، بیکاری، خوف، غصہ اور سہل انگاری چھوڑ دینی چاہیئے ۔ باب ۴، ۵۴

۷۔ ہردم اپنے جائز فرائض کے انجام دینے میں لگے رہو، نرم الفاظ بولو۔

۸۔ اپنے گھر کے بھیدوں کو اس وقت تک ہرگز ظاہر نہ کرو جب تک اس کا کوئی خاص موقع نہ آئے کم بولو لیکن صرف سمجھ کی بات کہو۔ باب ۴، ۵۹

۹۔ نیکیوں کو سراہو خواہ وہ تمہارے دشمنوں ہی میں پائی جائیں، برائیوں کو ترک کرو خواہ وہ تمہارے استاد ہی میں کیوں نہ ہوں۔ باب ۴، ۶۵

۱۰۔ پیش بینی پیدا کرو اور اوسان قائم رکھو، کسی کام کو اپنے ذمہ لینے کے بعد اس میں نہ عجلت کرو اور نہ تساہل ۔ باب ۴، ۶۷

۱۱۔ ان لوگوں کی عزت کرو جو اس کے مستحق ہیں، ایک بادشاہ کو بیرحمانہ سزا دہی اور درشت کلامی سے پرہیز واجب ہے ۔ باب ۴، ۸۱

۱۲۔ دنیا کے ہمدردان بنی نوع انسان، عطیہ دینے والوں اور بہادروں کے شاندار کارناموں کو ہمیشہ غور سے سنو، ان کے عیوب کو کچھ اہمیت نہ دو۔ باب ۴، ۱۰۶

۱۳۔ اندھے، بہرے اور معذور سے حقارت کے ساتھ پیش نہ آؤ۔ باب ۴، ۱۱۱

۱۴۔ بادشاہ اور شریف الخصال لوگوں کے احکام کی نافرمانی ہرگز نہ کرو۔ باب ۴، ۲

۱۲۶ ویں شلوک میں وہ سیاحت کے فوائد بیان کرتا ہے۔

۱۵۔ سیاحت آدمی کو مختلف لوگوں کے حالات، رسوم اور اطوار سے واقف کرتی ہے، ایک سیاح یہ دیکھ سکتا ہے کہ دوسری جگہ بادشاہ کس طرح انصاف کرتا ہے، وہ معلوم کرسکتا ہے کہ تاریخ کیا ہے اور ایسا ہی کس چیز کا نام ہے ۔ باب ۴، ۱۲۷

۱۶۔ مشتبہ اطوار کے لوگوں سے دور رہو، دوسروں کی بیچ کی گفتگو نہ سنو۔ باب ۴۳، ۳۹ ال
۱۷۔ یہ سمجھکر کہ موت تمہاری طرف تیزی سے بڑھی چلی آتی ہے اور فرصت عمر تھوڑی ہے نیک
اور مستحسن اعمال کرنے کی امکانی کوشش کرو۔ باب ۴۳، ۲۰۰
۱۸۔ اپنے ذاتی فرض کی انجام دہی انسان کو راحت عظیم بخشتی ہے اور یہ بجائے خود بڑا تپس ہے
۱۹۔ اہسا (جیو سیوا۔ کسی جاندار کو ہلاک نکرنا) ایک بڑا دھرم ہے۔
(دیکھو تپنجلی، یوگ درشن) باب ۱، ۵۸

چوتھے باب میں اتھاسوں، پرانوں، ویدوں اور ان کے انگون کا بیان ہے۔ پہلے باب میں خصوصیت کے ساتھ بادشاہوں کے فرائض سے بحث کی گئی ہے اور اکثر دوسرے شلوکوں میں شہروں اور قلعوں کی تعمیر کے نقشے ہیں۔ جا بجا مجالس شوریٰ اور عام طور پر شہریوں کے فرائض کے حوالے ہیں۔ کتاب بحیثیت مجموعی مختلف معلومات کا مخزن ہے اس سے اس زمانہ کے تمدن کا انتہائی نقطۂ عروج معلوم ہوتا ہے۔

باب ۹
شکراچاریہ کے اصول اخلاق

سنسکرت اشلوک:۔

१ सुखंच नविना धर्मात्तस्माद्ध धर्म परो भवेत्
२ हिंसा स्तेयान्यथा कामं पैशुन्यं परुषा नृतम्॥
संभिन्नालापव्यापादम भिध्यादृग्विपर्ययम्।
३ पापकर्मेति दशधा काय वाङ्मानसैः स्त्यजेत्॥
अवृत्ति व्याधि शोकार्तान् अनुवर्तेत शक्तितः
४ आत्मवत् सततं पश्येदपि कीट पिपीलिकम्
उपकार प्रधानस्यादपकार परे प्यरौ॥
५ न पीडयेदिन्द्रियाणी न चैतान्य तिलालयेत
६ षड्दोषाः पुरुषेणेह हातव्या भूति मिच्छता

निद्रा तंद्रा भय क्रोध आलस्यं दीर्घ सूत्रता॥

७ स्वधर्म निरतो नित्य परस्त्रीषु पराङ्मुखः

दक्षो हवाश्रिचत्रकयः स्यादकुंठित वाक्सदा

८ अपृष्टो नैव कथयेद् हकृत्यं तुकं प्रति॥

बन्हथा त्याक्षरे कुर्यात्संलापं कार्य साधकम्॥

९ शत्रोरपि गुणग्राह्यं गुरोस्त्याज्यस्तु दुर्गुणम्॥

१० दीर्घ दर्शी सदाच स्यात्प्रत्युत्पन्न मतिः कुचित

साहसी सालसी चैव चिरकारी भवेन्नहि

११ दाने र्मानैश्च सत्कारैः सुपूज्या ज्या न्यपूज्यत्॥

श्रृणुयात्तु प्रयत्नेन तच्छिद्रं न्नलक्षयेत्॥

कदापि नोग्रदण्ड स्यात्त कटुभाषण तत्परः॥

१२ दातृणां धार्मिकाणांच शूराणां कीर्तनं सदा

श्रृणुयाचु प्रयत्नेन तच्छिद्रं न्नलक्षयेत्

१३ दीनांध पंगुबधिरा नोपहास्याः कदाचन

१४ आज्ञा भङ्गस्तु महतां राज्ञः कार्यो नवै कुचित

१५ देशाटनात्स्यानुभूताः पर्वता देशरीतयः

कीदृशा राज पुरुषा न्याय्या न्यायंच कीदृशम्॥

१६ संशंकितानां सामीप्यं त्यजेद्वै नीच सेवनम्।

संलापं नैव श्रृणुयाद् गुप्तः कस्यापि सर्वदा॥

१७ स्थितो मृत्युमुखे चाहं क्षणमायुष्यमस्तिनः

इति मत्वा दान धर्मे यथेष्टोच समाचरेत

१८ विना स्वधर्मान्न सुखं स्वधर्मेतु परंतपः

१९ अनृशंस्यं परो धर्मः सर्व प्राणभृतां मतः

باب ۱

بھگوت گیتا کے اصول اخلاق

سنسکرت ادبیات میں جو متعدد اخلاقی جواہر ریزے نظر آتے ہیں، ان میں بھگوت گیتا سب سے زیادہ درخشاں ہے اسکی ضیاء باری ہر زمانہ اور ہر ملک میں ہوتی رہیگی اور انسان کو اس منزل المقصود کی طرف لیجائیگی جسکی طرف کامل شدہ انسانیت بڑھ رہی ہے اس کا پیغام امن محبت اور ایک جہتی کا پیغام ہے اپنی سدا سریلے سروں میں اس نے یہ تعلیم دی ہے کہ انسان کو خوشی یا بدبختی غرضیکہ ہر حالت میں اپنے فرائض مفوضہ کو حتی الامکان بہترین طریقہ پر انجام دینا چاہیے انجام سے قطع نظر اسے صرف نکوکاری ہی کا خیال کرنا چاہیئے ۔نیک زندگی صرف اس لئے بسر نہیں کرنی چاہیئے کہ یہ مسرت بخشتی ہے بلکہ صرف نیکی کی خاطر بسر کرنی چاہیئے نیکی کی خاطر نیکی کرنا یہ اس کی تعلیم ہے ۔فرض کو فرض کی خاطر انجام دینا یہ اس کا برگرداں[1] ہے جب ہم دنیوی تفکرات و پریشانیوں میں مبتلا ہوں، جب رنج و مصائب اور مایوسیاں ہم پر چھا جائیں تو ہمکو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے بلکہ حالت توازن قائم رکھنے کے لئے حتی الامکان سعی اور مردانہ وار جنگ کرنی چاہیئے یہ تعلیم اس میں بتکرار دی گئی ہے ۔سنسار کے اس کورکشیشتر یعنی حیات دنیوی میں تحریصات کوروکی شکل میں آکر ارجن یعنی انسان کو دھکاتی ہیں اور اس کو بزدل، کمزور اور فاتر العقل بنا دیتی ہیں، لیکن اس وقت کرشن ۔گیان اور بھگتی کی اعلیٰ ترقسم ۔ آکر اس کو مرد، بہادر اور جری بننے اور فرائض کے سرانجام کی تلقین کرتا ہے، خواہ یہ فرائض ہم جیسے تماشائیوں کو دور سے کیسے ہی ناگوار کیوں نہ دکھائی دیں ۔

---

[1] ۔ برگرداں (Refrain) فارسی ادبیات میں نظم کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کا بار بار اعادہ ہو اردو میں اس مفہوم کے لئے قریب ترین لفظ ٹیپ کا بند ہے جو اتنا وسیع المعنیٰ نہیں ہے جتنا برگرداں ۔ مترجم

مسز اینی بسنٹ نے بالکل سچ کہا ہے کہ "بھگوت گیتا کتاب نہیں بلکہ پوری نسل اور کل زندگی کا صحیفہ مقدس ہے ہر زمانہ کے لئے ایک نیا پیغام اور ہر تمدن کے لئے ایک نیا حکم اس میں موجود ہے کسی زمانہ میں اس نے ہندوستان سے یہ کہا تھا کہ "دھیان کرو اس پر اس نے اسقدر غلو کے ساتھ دھیان کیا کہ اس کا دھیان مبدل بہ غنودگی ہو گیا اب وہ ہندوستان کو للکارتی ہے کہ "عمل کر" یہ آواز سارے ملک میں گونج رہی ہے اور ہر جگہ ذوق عمل کو بیدار کر رہی ہے لیکن عمل مفید اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ دانشمندانہ بھی ہو عمل فیض رساں اسی وقت ہوگا جب وہ مفاد عام کو اپنا مطمح نظر بنائے، رضائے الٰہی کو ہم آہنگی کے ساتھ پورا کرے "۔ (مقدمہ گوسپل آف لائف، مؤلفہ مسٹر الیٹ ۔ بی ۔ بوک) اس غیر فانی "پرمیشور کے بھجن" کی اصلی اخلاقی اہمیت یہی ہے جو بیان ہوئی یہ خیال کہ گیتا کی تعلیمات بڑی تصوفانہ ہیں فضول ہے ۔ ہر عہد اور ہر ملک کے معاملات زندگی پر ان کا براہ راست انطباق کیا جا سکتا ہے ۔

سر اڈون ارنلڈ لکھتا ہے :۔

"یہ کتاب سادہ لیکن بلند زبان میں اس نظام فلسفہ کو آشکار کرتی ہے جو آج کے ونتک رائج الوقت برہمنی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس میں کپل، پتنجلی اور ویدوں کے مسائل کا امتزاج کیا گیا ہے اس کے اکثر بیانات اسقدر بلند، آرزوئیں ایسی رفیع اور تقویٰ اتنا نازک اور پاکیزہ ہے کہ شلیگل اس نظم کے مطالعہ کے بعد کیف مسرت سے چلا اٹھتا ہے اور اس کے نامعلوم مصنف کی ستائش کرنے لگتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

لاسین بھی مذکورہ بالا شاندار اعتراف کو دہراتا ہے اور کہتا ہے :۔

"اس میں جو اخلاق بتائے گئے ہیں وہ اسقدر پر اثر ہیں اور اسکی تعلیمات اور عہدنامہ جدید (انجیل) کی تعلیمات میں اتنا گہرا اور بسا اوقات لفظی تطابق پایا جاتا ہے کہ آج پنڈتوں اور مشنری عیسائیوں کے درمیان یہ مسئلہ مابہ النزاع بنگیا ہے کہ آیا اس کے مصنف نے عیسائی ماخذوں سے مطالب اخذ کئے ہیں یا جامعان انجیل اور حواریوں کے یہ مطالب خود اس سے اخذ کئے گئے ہیں"

مسٹر ڈی ۔ جے ۔ کر تکر نے گیتا کے تمام اصول اخلاق کی بڑی خوبی سے اس طرح تلخیص کی ہے :۔

(۱) کسی جاندار کو نہ ستاؤ۔
(۲) سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرو۔
(۳) حاجت مند کی مدد کرو خواہ تم کو ایثار کرنا پڑے۔
(۴) اپنے تمام فرائض کو اس طرح بے غرضانہ طور پر انجام دو گویا تم صفائی قلب کے ساتھ ہستی برتر کے سامنے اپنی محبت کی نذر پیش کر رہے ہو۔
(۵) دنیوی اشیاء سے دست بردار ہو جاؤ تاکہ تمہارے خیالات اور اعمال انانیت کی خلش سے آزاد ہو جائیں، نیز ان دنیوی خواہشات اور علائق سے رہائی پائیں جو بڑے جذبات پیدا کرتے اور انسان کو گمراہ کر دیتے ہیں۔
ذیل کے چند شلوک ان بیانات کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں:۔

(۱) कुलक्षये प्रणश्यन्ति कुलधर्माः सनातनाः ।
धर्मे नष्टे कुलं कृत्स्नमधर्मोऽभिभवत्युत ॥

۱۔ جب کوئی خاندان تباہ ہو جاتا ہے تو خاندان کا قدیم الایام دھرم بھی برباد ہو جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر جگہ بیقاعدگی پھیل جاتی ہے
۲۔ جب ارجن اپنے فرض کے سرانجام سے ہچکچاتا ہے تو سری کرشن اس کو تلقین کرتے ہیں۔

(۲) क्लैब्यं मास्म गमः पार्थ नैतत्त्वय्युपपद्यते ।

اس کمزوری کو نکال دے مردانہ وار کھڑا ہو جا۔

३. अशोच्यानन्वशोचस्त्वं प्रज्ञावादांश्च भाषसे ।
गतासूनगतासूंश्च नानुशोचन्ति पण्डिताः ॥

تم ان چیزوں کا رنج کرتے ہو جو رنج کرنے کے لائق نہیں ہیں .... دانشمند لوگ زندہ یا مردہ کسی کا رنج نہیں کیا کرتے۔
اس کے بعد سری کرشن اس واقعہ پر زور دیتے ہیں کہ انسان روح غیر فانی ہے اور بار فرائض کی انجام دہی میں لوگوں کو اپنے تئیں رنج یا خوشی سے متاثر نہیں ہونے دینا چاہیے ان کو چاہیئے کہ کوشش کر کے اعتدال مزاج کو قائم رکھیں اور رنج سے متزلزل نہ ہو جائیں

۴ अव्यवसायिनां बुद्धयो बहुशाखा ह्यनन्ताश्च ॥

۴- متلون مزاج لوگ بے حد منصوبے باندھتے ہیں اور کوئی خاص کام نہیں کرتے ۔

باب ۲، ۴۱

कर्मण्येवाधिकारस्ते मा फलेषु कदाचन ।

मा कर्मफलहेतुर्भूर्मा ते सङ्गोऽस्त्वकर्मणि

۵- زیادہ تر عمل کا خیال کرو، انجام کے متعلق شبہات میں پڑ کر عمل سے غافل نہ رہو، انجام عمل کو اصول ہدایت نہ بنانا چاہیے اور نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جانا واجب ہے ۔

۶ दुःखेष्वनुद्विग्नमनाः सुखेषु विगतस्पृहः । باب ۲، ۴۷

वीतरागभयक्रोधः स्थितधीर्मुनिरुच्यते ॥

۶- کسی بزرگ شخص کے قلب کو استوار اس صورت میں کہا جاتا ہے جبکہ وہ رنج سے افسردہ دل اور خوشی سے ابھر نہیں پڑتا اور جبکہ وہ غصہ اور جوش سے پاک ہوتا ہے ۔

۷ क्रोधाद्भवति संमोहः संमोहात्स्मृतिविभ्रमः । باب ۲، ۵۹

स्मृतिभ्रंशाद्बुद्धिनाशो बुद्धिनाशात्प्रणश्यति ॥

۷- غصہ سے وہم پیدا ہوتا اور وہم حافظہ کو کمزور کرتا ہے، حافظہ کی کمزوری قوت تمیز کو تباہ کر دیتی ہے جس سے تعقل اور استدلال کی قوتیں گم ہو جاتی ہیں ۔ (پس غصہ سے حذر کرو) ۔

۸ न कर्मणामनारम्भान्नैष्कर्म्यं पुरुषोऽश्नुते । باب ۳، ۶۳

न च संन्यसनादेव सिद्धिं समधिगच्छति ॥

۸- جمود آزادی نہیں ہے ترک سے تکمیل حاصل نہیں ہوتی (اس موقع پر فلسفہ توکل کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے ۔)

باب ۳، ۴

۹ श्रेयान्स्वधर्मो विगुणः परधर्मात्स्वनुष्ठितात् ।

स्वधर्मे निधनं श्रेयः परधर्मो भयावहः ॥

۹- اپنے ذاتی فرض کی بجا آوری دوسروں کے فرض کی بجا آوری سے بہتر ہے گو دوسرے اسے ادنی درجہ کا خیال کرتے ہوں اپنے ذاتی فرض کی انجام دہی میں مرجانا اچھا ہے، دوسروں کا فرض ادا کرنا خطرات سے بھرا ہوا ہے ۔

باب ۴، ۳۵

१० न हि ज्ञानेन सदृशं पवित्रमिह विद्यते।

۱۰- دانائی سے زیادہ مقدس کوئی شئے نہیں ہے (اسے حاصل کرو) ۔باب ۴/۳۸ -

११ ज्ञानं लब्ध्वा परां शान्तिम चिरेणाधिगच्छति।

۱۱- حصول دانائی کے بعد انسان بہت جلد اطمینان قلب بھی حاصل کرلیتا ہے -

१२ विद्या विनय संपन्ने ब्राह्मणे गवि हस्तिनि।
शुनि चैव श्वपाके च पण्डिताः समदर्शिनः॥

۱۲- دانا لوگ تمام آدمیوں کو مساوی خیال کرتے ہیں' اپنے تعلقات میں عالم یا ادنی النسب شخص کا کچھ امتیاز نہیں کرتے ان کی نظر میں عقلمند اور جاہل' اعلی نسب یا ادنی النسب سب یکساں ہیں -

باب ۵/۱۸

१३ अद्वेष्टा सर्व भूतानां मैत्रः करुण एव च।
निर्ममो निरहंकारः समदुःख सुखः क्षमी॥

۱۳- خدا کا محبوب وہی شخص ہوتا ہے جو کسی سے بغض نہیں رکھتا' سب کا دوستدار اور دردمند ہوتا ہے جو کسی قسم کا تکبر نہیں رکھتا' تکلیف اور خوشی دونوں میں اپنے مزاج کو معتدل رکھتا ہے اور قانع اور با ارادہ کا پکا ہوتا ہے -

اس سے بعد کے شلوکوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ طبیعت کے صاف ہوتے دوست دشمن سے یکساں برتاؤ کرتے اور جو تحسین یا ملامت سے متاثر نہیں ہوتے ہیں وہ بھی خدا کو پسند ہیں -

۱۴- ذیل کی چند نیکیاں کرنے کی ہدایت کی گئی ہے :-

۱- فروتنی (۲) انکسار (۳) بے آزاری (۴) عفو (۵) راست کرداری (۶) استاد کی خدمت (۷) جسم و قلب کی صفائی (۸) مستقل مزاجی (۹) ضبط حواس -

अमानित्वं अदम्भित्वं अहिंसा क्षान्ति रार्जवम्.
आचार्योपासनं शौचं स्थैर्यमात्म विनिग्रहः॥

۱۵- کسی شخص کو کوئی چیز کیوں نہ برباد کرنی چاہیے؟

اس لئے کہ وہی رہنما قوت ہر جگہ حاضر ہے اور جو دانشمند ہے وہ اس اصول کو ...

समं पश्यन्हि सर्वत्र समव स्थित मीश्वरम।
नहिनस्त्या त्म नात्मानं ततो यान्ति परां गतिम।।

۱۶۔ چودھویں باب میں تینوں گنوں اوران کی خصوصیات کا بیان ہے ساتوک طبیعت پیدا کرنے پر خاص زور دیا گیا ہے۔

कर्मणः सुकृतस्याहुः सात्त्विकं निर्मलं फलम्।
रजसस्तु फलं दुःखम् ज्ञानं तमसः फलम्।।

ذہنی تناسب ساتوک طبیعت کا نتیجہ ہے مصیبت راج سِک مزاج کا اور جہالت تامسک فطرت کا۔
باب ۱۴/۱۰

۱۷۔ جس کی ذات ان تینوں گنوں سے اعلیٰ اور ارفع ہو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ عزت اور ذلت میں یکساں رہتا ہے اور صرف معاملات میں محو نہیں ہو جاتا۔
باب ۱۴/۲۵

پندرویں مکالمہ میں اس مقام ابدی کا بیان ہے جہاں مذکورہ ذیل کی رسائی ہوتی ہے

निर्मानमोहा जितसङ्गदोषाः।
अध्यात्म नित्या विनिवृत्त कामाः
द्वन्द्वै र्विमुक्ताः सुखदुःख संज्ञैः
गच्छन्त्यमूढाः पदमव्ययंतत्।।

وہ عقلمند لوگ جو انانیت سے پاک ہیں حب دنیا پر غالب آچکے ہیں جو ہر لحظہ اس ذات برتر کے دھیان میں رہتے اور رنج و راحت سے متاثر نہیں ہوتے ہیں وہی اس حالت خیر و برکت کو پاتے ہیں۔
باب ۱۵/۵

جو اخلاقی نظام سولھویں، سترویں اور اٹھارویں ابواب میں پیش کیا گیا ہے وہ اپنشدوں اور منوسمرتی کے خیالات کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہے۔ سولھویں مکالمہ کے ابتدائی چند بندوں میں مذکورہ ذیل اوصاف کی شرح و تفسیر کی گئی ہے۔

(۱) अभयं بے باکی (۲) सत्त्वसंशुद्धि صفائی جسم و قلب (۳) दानं خیرات

(۴) अहिंसा بے آزاری (۵) सत्यं سچ (۶) धृतिः جرأت (۷) मार्दवं نرم مزاجی

ایک تقسیم اور ہے جس میں آسُرک اور دیوک دو قسم کے آدمی بتائے گئے ہیں نیک و بد
اول الذکر میں ملاحدہ، جنگ جو اور جھگڑالو طبیعت کے لوگ، دنیوی دولت و مرتبہ پر غرور کرنیوالے
نیز وہ لوگ شامل ہیں جو دینی کتابوں کو خاطر میں نہیں لاتے ۔

سترویں مکالمہ میں طبائع کے لحاظ سے انسانوں کی ایک سہ گانہ تقسیم ہے ۔ ستوک، راج
سِک اور تامسِک، تین بند ایسے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں جو غذا کھاتے ہیں ۔
اس کی ماہیت بھی الگ الگ ہوتی ہے سب سے اعلیٰ قسم کے انسان (ستوک) لطیف،
خوشگوار اور قوت بخش غذا کھاتے ہیں دوسرے (راجسِک) انسان چٹ پٹی، ترش اور تیز
اشیاء کو پسند کرتے ہیں اور آخری (تامسِک) کو باسی، گلی سڑی، اور کثیف چیزیں مرغوب ہوتی ہیں

باب ۱۷، ۸، ۹، ۱۰

ایسی ہی تقسیم خیرات اور کفارہ کی بھی ہے ۔ ستوک دان ــــ خیرات کی بہترین شکل ــــ
وہ ہے جو بغیر کسی معاوضہ کی توقع کے موقع، محل اور شخص کے لحاظ سے سوچ سمجھکر دیا جاتا ہے ۔
راجسک قسم کی خیرات وہ ہے جو خیرات کی خاطر نہیں ۔ بلکہ کچھ نفع حاصل کرنے کی غرض سے
دیجاتی ہے، اور وہ خیرات جو بلا لحاظ موقع و محل غیر مستحق لوگوں کو دیجاتی ہے اور بعض وقت نفرت
اور غصہ سے دیجاتی ہے ۔ ادنیٰ ترین خیرات ہے ۔

باب ۱۷، ۲۰، ۲۱، ۲۲

اخیر میں انسان کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ایک نیک زندگی بسر کرے جو کبر و خود ستائی، بیرحمی
اور شرارت سے پاک ہو۔ اپنے شرعی فرائض کو ادا کرے مگر جزا و سزا اور رنج و راحت کا خیال
دل میں نہ آنے پائے غرض کہ اس طرح اطمینان و امن اور خوشی کو تلاش کرے اور آخرش
اس مقام پر پہونچ جائے جو تمام مقاصد کا مقصود ہے ۔

کچھ عرصہ سے علمائے متبحر، تیز فہم فقہا اور روشن خیال محبان وطن اپنے اپنے میلان
خاطر کے بموجب گیتا کی تشریح و توضیح میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کر رہے
ہیں سال بسال شرح پر شرح اور نئی نئی تفسیریں نکلتی چلی آتی ہیں ۔ اُمّی آدمی گیتا کے متعلق ادبیات

کی اس سوز افزوں کثرت کو دیکھکر پریشان ہو جاتا ہے بظاہر صرف یہی ایک کتاب ایسی معلوم ہوتی
ہے جو ہر قسم کے ناظرین کے ذوق کو اکساتی ہے۔ اگر ایک طرف ہندوستانی یونیورسٹیوں کے
فاضل وائس چانسلروں کے خطبات تقسیم اسناد میں سری کرشن کی تعلیمات کے متعدد حوالوں سے
چار چاند لگ جاتے ہیں تو ساتھ ہی (ان تعلیمات کی مدد سے اس عالم کے افسردہ خیالات میں) جو
جیل کی تنہا کوٹھریوں میں بیٹھا ہوا ہے) اکی وجہ سے اور زیادہ سوز اور درد پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ
مشہور کتاب لوگوں کے قلوب پر اب تک جو گہرا نقش بٹھاتی رہی ہے۔ اس سے ہر شخص اس نتیجہ پر
پہونچتا ہے کہ یہ یقیناً ہندو فلسفہ اخلاق پر ایک مستند ترین کتاب ہے۔ مسٹر بی۔ جی تلک نے
اپنے شاہکار "دی گیتا رہس یم" میں گیتا کی اخلاقی اہمیت پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ گنجان
چھپائی کے تقریباً ایکہزار صفحات کی ضخیم جلد میں لائق مصنف نے کانٹ، مل، سپنسر اور گرین جیسے
فلاسفہ اخلاق کی تعلیمات کا موازنہ تاریخ ہند کے زمانہ قبل بودھ کے جلیل القدر ہندو فلسفی مدبر
سری کرشن کی تعلیم سے کیا ہے۔ کتاب اس قسم کے مضامین مثلاً بھگتی یوگ، گیان یوگ اور کرم یوگ پر
معلومات کی ایک کان ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ اگر موضوع کتاب کو کسی ایسے عالیشان شہر
سے تشبیہ دیجائے جس میں کئی دروازے ہوں تو اس کا اصل دروازہ کرم یوگ ہوگا۔ "بے غرضانہ
افعال کا فلسفہ" یا اس ہشتی راگ یعنی گیتا کا انترا ہے مسٹر تلک نے فلسفہ کے اس پہلو کو نمایاں
کرنے کی بڑی کوشش کی ہے نیز یہ خیال رہے کہ اس کرم یوگ سے مراد محض اندھا دھند عمل نہیں ہے
بلکہ گیان بھگتی یکتا کرم یوگ ہے۔ اگر بدہی یوگ کے بغیر کیا گیا تو کام شہدین میں مبدل ہو جائیگا
آزادی من مانے افعال کرنیکا نام ہوگا اور سوسائٹی میں ایک انتشار پھیل جائیگا ہندوستان قدیم
میں آسروں نے بدہی یوگ ـــ فلسفہ عقل ـــ اور بھگتی یوگ ـــ فلسفہ محبت ـــ کے بغیر
اس پر عمل کیا تھا۔ خود ہمارے زمانہ میں جنگ عظیم سے پہلے المانیوں نے بھی اس کو آزمایا چنانچہ
نتائج دونوں صورتوں میں تباہ کن نکلے۔ مطلق العنانی کے ساتھ عمل کرنے سے بے پروائی پیدا ہوتی
ہے۔ بدھی یوگ ضبط جذبات، عقل کی جلا اور خیال وکلام کی پاکیزگی چاہتا ہے۔ ہمدردی کہ دردمندی
اور عامۃ الناس کی رفاہ کی سچی خواہش۔ یہ بھگتی یوگ کا تقاضا ہے لوک سنگ رہا جو ان کے علاوہ
گیتا کا ایک دوسرا بڑا مطمح نظر ہے پہلے ہی سے یہ فرض کر لیتا ہے کہ یکجہتی و اتفاق اور

لوگوں کی حفاظت و امان کے لئے راست کرداری لابدی ہے بدھی یوگ اور لوک سنگرہ کرم یوگ کی شرط اول ہیں عمل کی تقدیس نیکی سے کیجئے اور وہ لوث و غرض سے پاک ہو
انفرادی خوشی کے لئے گیتا جو نصب العین پیش کرتی ہے وہ समत्व ہے یعنی ذہن کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ رنج و راحت سے متاثر نہ ہو خفیف تنزلات سے متزلزل اور ذرا سی خوشی سے پھول نہ جایا کرے کہ تکلیف اور خوشی دونوں میں ذہنی توازن برقرار رہنا چاہئے۔ سنیاس یوگ یعنی ترک دنیا کے زاہدانہ مطمح نظر اور اس نصب العین عمل میں کوئی تضاد نہیں ہے انسانوں اور قوموں کی تاریخ میں اس کو اپنی ایک خاص جگہ حاصل ہے کہ یہ صرف چند لوگوں کا نصب العین ہے لیکن وہ چند زے بے قیمت نہیں ہیں۔ شوفن ہار کی قسم کے اولیا اور درویشوں کے لئے تو یہ بمنزلہ سانس کے ہے اگر ان لوگوں کو اس کی مدد سے سکون نصیب ہو چکا ہے تو پھر کسی شخص کو گیتا پر یہ الزام نہیں لگانا چاہئے کہ اس کا فلسفہ "مردہ اور بیجان" ہے۔

سترہویں صدی میں مہاراشٹر کے سمرتھ رامداس نے سری کرشن کی تعلیمات کو پھر دہرایا تھا اور جب تک اس کا فلسفہ مرہٹہ مدبروں کا دلیل راہ بنا رہا ان کی سلطنت قائم رہی اور جب اسے پس پشت ڈالدیا گیا تو لازماً اسے زوال پیش آگیا جب اخلاقی بنیادیں ہل جاتی ہیں تو کوئی عمارت، خواہ وہ کیسی ہی سنگین و شاندار ہو قائم نہیں رہ سکتی۔ رام داس کی داس بودھ تقریباً بھگوت گیتا کا مرہٹی ترجمہ ہے اور اس کی نصیحتیں بھی ویسی ہی بلند اور اعلیٰ ہیں ان دونوں کتابوں کا مطالعہ نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز ہے ان کو فوری مقاصد و مطالب چاہے کم و بیش قومی رہے ہوں لیکن ان کی تمنائیں اور مطامح نظر یقیناً بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں وہ دو بہترین دماغوں کا حاصل ہیں اور ان میں ہر زمانہ کے لئے بیش بہا اخلاقی درس موجود ہیں ایک محقق طالب علم، ایک ذکی سیاست داں، ایک معصوم زاہد حتی کہ زندگی کے تیرہ و تاریک راستہ کا ایک تھکا ماندہ مسافر بھی۔ یہ سب کے سب ان دونوں مشہور کتابوں کے بے تعصبانہ مطالعہ سے سبق اور زندگی بھر کے لئے تسکین حاصل کر سکتے ہیں۔

شرنگار شتک

اس کتاب میں جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ جوانی کی طاقت شگفتگی اور زندہ دلی کا مظہر ہیں۔ عورت کی فطرت کا ایک مشرح بیان ہے کہ وہ کس طرح مرد پر تیر چلاتی اور اسکے پھانسنے کے لئے پیچیدہ جال تیار کرتی ہے اس کے بعد مرد کو متنبہ کیا گیا ہے کہ ہوشیار رہے

نیتی شتک

اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے اس کے شلوک بڑی خوبی سے ہمارے ضمیر کو روشن کرتے ہیں، وہ مساوات انسانی کی تعلیم دیتے اور اصول اخلاق پر شدت کے ساتھ زور دیتے ہیں۔ احمقوں کو سمجھدار بنانے میں جو مشکل پیش آتی ہے اس کتاب میں اس کو ظاہر کرنیکی کوشش بہت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے اور وہ مختلف طریقے بھی بیان کئے گئے ہیں جو ایک حریص دولت حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے یہ ہماری زندگی کے اعلیٰ جذبات مثلاً عہد کی سختی کے ساتھ پابندی، علم کی قدر وقیمت، بہادری، اخلاقی جرأت اور وسیع النظری کے متعلق بھی بلند خیالات سے مالامال ہے" نیز ان اصولوں کی بھی تاکید کرتی ہے جو ہر مذہب میں نظر آتے ہیں یعنی مشقت کی اہمیت، ایک مخلص دوست کی پہچان اور ایک نیک اور شریف النفس انسان کے اطوار کا ایک خود غرض اور تنگ دل آدمی کے چال وچلن سے مقابلہ" اس مقام پر پہونچکر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا مصنف ویراگ میں غرق ہوگیا ہے اور اس نے یہ بعد کا شتک لکھا ہے۔

ویراگ شتک

اس میں مصنف نے حریص آدمی کی تضحیک اور مدمغ کی تحقیر کی ہے قوی سے قوی شخص پر جو اہج جسمانی کا جو زبردست بار ہوتا ہے اسکی طرف کمال زور قلم کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے آگے چلکر وہ لکھتا ہے کہ دنیوی خوشیاں پھر بھی ناپائیدار ہیں اور انسانوں کو چاہئے کہ ہستی برتر کی دھن میں تسکین خاطر تلاش کریں تاکہ آخر چلکر انہیں بزرگی نصیب ہو۔

جو غیر تغیر پذیر اور لازوال حقائق ان بندوں میں بیان کئے گئے ہیں وہ مصیبت زدوں کو ہمیشہ تشفی بخشیں گے اور زندگی کے اس طوفانی سمندر میں تھکے ماندے ملاح کے لئے آکاس دیے کا کام دینگے وہ فساد دشمنی اور بدخواہی کی جگہ امن ونیک نیتی پیدا کرتے اور اس اخلاق کی تعلیم

دیتے ہیں جو اگر نہ ہو تو مذہب یقیناً مذہب نہ ہے بلکہ ناپاک ریا بن جائے وہ فیاضی، فراخ، ایثار، فروتنی، شجاعت، راست کرداری، ذوی الحیات کی محبت اور ایسی ہی تمام نیکیوں کی تلقین کرتے ہیں جن کے بغیر انفرادی یا اجتماعی دونوں حیثیتوں سے نہ تو کسی قسم کی کوئی ترقی ہو سکتی ہے اور نہ کسی طرح کا احیا اور کوئی بھی خوشی ہی ممکن ہے ذیل کے چند شلوک اس زمانہ قبل تاریخ کے اخلاق کے انتہائی نقطۂ عروج کو ظاہر کرتے ہیں:۔

(۱) ایک تیز ذہنی اور ادراک کے بغیر انسان بہت صعوبتیں اٹھاتا ہے۔

(۲) جو لوگ تعلیم، فقیر مزاجی، حلیم الطبعی، نیک کرداری اور دھرم سے معرّا ہیں وہ انسان کی شکل میں حیوان ہیں۔ نیتی ۱۴

(۳) بلند پہاڑوں اور گھنے جنگلوں میں وحشی جانوروں کے ساتھ گھومنا بہتر ہے لیکن شریر النفس آدمی کی صحبت، اِندر کے محل ہی میں کیوں نہ ہو، اچھی نہیں۔ نیتی ۱۲

(۴) کنگن یا موتی انسان کے حسن کو نہیں بڑھاتے اور نہ غسل یا صندل کے اُبٹنے سے جسم خوبصورت بنتا ہے، صرف پاکیزہ کلام ہی زیور ہے۔ نیتی ۲۰

(۵) تعلیم انسان کا زیور ہے، یہ اس کا مخفی خزانہ ہے، خوشی اور شہرت بخشتا ہے، ہمارے ہزار معلموں کا ایک معلم ہے، دور دراز ملک میں یہی ہمارا واحد دوست ہے، صرف اسی کا بادشاہ ادب کرتے ہیں اور اس کے بغیر انسان حیوان سے کچھ زیادہ بہتر نہیں۔ نیتی ۲۱

(۶) اگر تم میں عفو کا مادہ ہے تو کسی زرہ کی ضرورت نہیں اگر تم میں غصہ موجود ہے تو اس سے بڑا کوئی دشمن نہیں، اگر تم میں اخوت کا جذبہ ہے تو پھر کوئی چیز حتیٰ کہ آگ بھی تم کو ضرر نہیں پہونچا سکتی، اگر تم مہربان دوست رکھتے ہو تو کسی اور دوا کے محتاج نہیں ہو، اگر تم شریر لوگوں سے گھرے ہوئے ہو تو سمجھ لو کہ وہ زہریلے سانپ سے بھی زیادہ برے دشمن ہیں، جب تم تعلیم یافتہ ہو تو پھر دولت کی ہوس کیوں کرتے ہو اگر تم باحیا ہو تو کسی زیور کے حاجت مند نہیں ہو اور اگر تم میں شاعرانہ خوبی موجود ہے تو پھر ایک بادشاہت بھی تمہارے لئے کچھ زیادہ سود مند نہیں۔

نیتی ۱۲

(۷) شریف ترین لوگ وہ ہیں جو اپنے اقارب اور بیگانوں پر مہربان ہوتے ہیں۔

... معاملات میں زیرکی دکھاتے ہیں، دانشمندوں سے محبت رکھتے اور اپنے حکمرانوں کے و فادار ہیں، علما کی عزت کرتے ہیں، اپنے دشمنوں کے ساتھ جرأت سے پیش آتے ہیں اپنے استاد کی تعظیم کرتے ہیں اور دوسری صنف عورتوں کے ساتھ معاملات میں ہوشیاری سے کام لیتے ہیں۔ نیتی ۲۳

۸۔ اچھی صحبت ہم کو روشن خیال اور حق پسند بناتی ہے، یہ ہماری عزت بڑھاتی ہے ہمارے گناہوں کو دور کرتی ہے، ذہن کو بشاش رکھتی ہے، ہماری شہرت کو دور دور پہونچاتی ہے پس دانا اور شریف لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ نیتی ۲۴

۹۔ بادشاہ کی تباہی بدطینت وزیر سے ہوتی ہے، مرتاض کی دنیوی اشیاء کی وابستگی سے، ایک برہمن کی جہالت سے، بچہ کی زیادہ لاڈ پیار سے، خاندان کی بدچلن بیٹے سے، چال چلن کی بداطواروں کی صحبت سے، حیا کی نشی اشیاء سے، زراعت کی مناسب غور و پرداخت کی کمی سے، محبت کی کسی ایسے دور دراز مقام پر رہنے سے، جہاں کسی قسم کی رسل و رسائل ممکن نہ ہو، دوستی کی کینہ برتاؤ سے، خوشحالی کی فضول خرچی سے، اور دولت کی بربادی بے ایمانی سے ہوتی ہے۔ نیتی ۴۰

۱۰۔ اے راجہ! یہ زمین ایک گائے کے مانند ہے اور لوگ اس کے بچھڑے ہیں اگر تم چاہتے ہو کہ یہ تمھارے لئے زیادہ پیدا کرے تو لوگوں کی خاص دیکھ بھال رکھو، ان پر ہمدردی سے حکومت کرو۔ نیتی ۴۴

۱۱۔ ہمدردی کی کمی بے وجہ فساد، دوسروں کے مال پر تصرف بیجا کی خواہش، دوستوں اور اچھے لوگوں کی فلاح سے بے اعتنائی ـــــ برے لوگوں کے یہ چند خصائص ہیں۔ نیتی ۵۰

۱۲۔ حرص سے بڑی کوئی بدی نہیں ہے، شرارت (بدباطنی) سے بڑا کوئی گناہ نہیں، راست کرداری سے بڑی کوئی ریاضت نہیں، قلب کی پاکیزگی ہی تیرتھ کی اعلیٰ قسم ہے، نیک طینتی سب سے بڑی طاقت ہے، شہرت سے زیادہ خوبصورت کوئی زیور نہیں، کوئی دولت علم کے برابر نہیں اور ذلت کی زندگی سے بدتر کوئی موت نہیں۔ نیتی ۵۴

۱۳- غلامی کی زندگی بے شک بدبختی ہے، لوگی بھی اس کی جہاں [illegible] کوئی ملازم مرنجان مرنج طبیعت کا ہے تو اس کو احمق اور کودن کہتے ہیں اگر وہ آزادانہ گفتگو کرتا ہے تو بیہودہ گو کہلاتا ہے اگر درگزر کرنے والا ہے تو بزدل سمجھا جاتا ہے اور اگر وہ (کسی بات کو) صبر کے ساتھ برداشت نہیں کرتا تو اس کو کم نسب خیال کرتے ہیں۔

نیتی ۵۶

۱۴- عزت کا مستحق صرف وہ شخص ہے جو شریف النفس لوگوں کی صحبت کو پسند کرتا ہے، دوسروں کی نیکیوں کی تقلید کرتا ہے، اپنے مرشد کی تعظیم کرنیوالا اور علم کا شائق ہے، اپنی بیوی سے محبت رکھتا ہے، لوگوں میں نکو بننے سے ڈرتا ہے جو خدا میں بھگتی رکھتا ہے، جو ضبط حواس کی قدرت رکھتا ہے اور جو بدکاروں کے سایہ تک سے نفرت کرتا ہے۔

نیتی ۶۰

۱۵- عالی ظرفوں کی خصوصیات یہ ہیں:-

۱- ادبار کی حالت میں استقلال۔
۲- اقبال کے زمانہ میں تحمل۔
۳- مجلس میں خوش بیانی۔
۴- جنگ میں دلاوری۔
۵- حقیقی شان و شوکت کی خواہش کرنا، اور
۶- علم کی لگن۔

نیتی ۶۱

۱۶- راحت تک پہونچنے کے شارع عام کو اس طرح بیان کیا ہے:- اتلاف جان سے پرہیز، دوسروں کو دولت سے محروم کرنے سے باز رہنا، حق گوئی، سوچ سمجھکر خیرات کرنا، غیروں کی بیویوں کا ذکر تک نہ کرنا، لالچ کی رو کا انسداد، بزرگوں کا ادب اور کل مخلوقات کے ساتھ ہمدردی، یہ سب راحت بخش ہیں۔

نیتی ۶۳

(ان خیالات سے بعضوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ بھرتری ہری بودھی عقیدہ رکھتا تھا)

۱۷- اگر دانشمند لوگ کوئی خیرات کا کام کرتے ہیں تو اسے پوشیدہ رکھتے ہیں، اگر تم ان کے مکانوں میں جاؤ تو تمہارے ساتھ مہمان نوازی سے برتاؤ ہوگا وہ اپنے نیک اعمال کے بارہ میں

وہ ہمیشہ خاموش رہتے ہیں لیکن اپنی خطاؤں کا اعتراف کرنے سے مجمع کے روبرو بھی ہرگز نہیں شرماتے، وہ اپنی خوش طالعی کے ایام میں کبھی مغرور نہیں ہوتے اور دوسروں کے نقائص ظاہر کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں' ان نیک نہاد شخصوں کو ایسی راہ پر چلنا جس پر قدم رکھنا تلوار کی باڑ پر چلنے سے زیادہ مشکل ہے، کس نے سکھایا؟ نیتی ۶۶

ذیل میں انسانوں کی ایک قابل ذکر تقسیم کی گئی ہے:-

۱۸- میں ان کو بہترین انسان کہتا ہوں جو اپنی بہبودی سے بےپروا ہو کر دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں! وہ لوگ اوسط درجہ کے ہیں جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے مگر اپنی ذاتی بہتری کا خیال رکھتے ہیں لیکن ان آدمیوں کو میں راکشش —— شیاطین —— خیال کرتا ہوں جو محض اپنی ذات کو نفع پہونچانے کے لئے دوسروں کی راہ مارتے ہیں لیکن میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں کو کیا نام دوں جو دوسروں کو تباہ کرنے کی خاطر خود اپنے تئیں برباد کر لیا کرتے ہیں

نیتی ۴۷

۱۹- دودھ اور پانی گہرے دوست ہیں دودھ کو پانی کے ساتھ ایکمرتبہ جوش دیا گیا تو قدرتاً پانی جدا ہو گیا لیکن اب جو دودھ کی حالت بری ہوئی تو اس نے بھی اپنے دوست کی خاطر اسی آگ میں گرنا چاہا اور آہستہ آہستہ اوپر اٹھا لیکن جب پھر ایک بار پانی اس میں ڈالدیا گیا تو اسے سکون ہو گیا اچھے لوگوں کی دوستی ایسی ہی ہوتی ہے - نیتی ۶۷

(یہ ہرتری ہری کی ایک نہایت دلاویز تشبیہ ہے)

۲۰- حرص کو نکال دو' عفو کی مشق کرو' اس سے نفرت کرو جو شر ہے' سچ بولو' مشاہیر کے نقش قدم پر چلو' عالموں کی خدمت اور شریف الخصال لوگوں کی عزت کرو' اپنے دشمنوں تک سے مہربانی سے پیش آؤ' اپنی ناموری کو قائم رکھو اور ظلم رسیدوں پر ترس کھاؤ۔ نیتی ۷۹

۲۱- ادنی طبیعت لوگ مشکلات کے خوف سے کوئی کام اپنے ذمہ نہیں لیتے متوسط لوگ کام شروع تو کر دیتے ہیں مگر جہاں دقتیں انکے راستے میں حائل ہوئیں وہ اسے فوراً چھوڑ دیتے ہیں لیکن عالی ظرف اشخاص کسی کام سے دست بردار نہیں ہوتے خواہ کتنی ہی مشکلات یا ناکامیاں پیش آئیں وہ مستقل مزاج ہوتے ہیں اور دوسرے نہیں ہوتے۔ نیتی ۸۳

۲۲- امنگ ایک دریا کی طرح ہے' خواہشیں اس کا پانی ہیں' حرص اس کی لہریں ہیں'

بڑے جذبات اس کے گرم ہو، یہ جرأت کے درخت کی جڑوں سے ٹکراتا ہے، وہم اس کا بھنور ہے، تفکرات اور پریشانیاں اس کے کنارے، وہ دانا لوگ جنہوں نے اس کو عبور کر لیا خوش ہیں۔

وی ۱۰

(۲۳) حظ میں بیماری کا خوف ہے۔
اعلیٰ نسبی میں زوال کا ڈر ہے۔
دولت میں حریص بادشاہوں کا خوف ہے۔
خودداری میں مصیبت کا اندیشہ ہے۔
جسم میں موت کا خوف ہے۔
حسن میں بڑھاپے کا خطرہ ہے۔
دراصل ہر ایک مادی شے کے سامنے خطرہ موجود ہے، صرف ویراگ اس سے خالی ہے۔

وی ۳۱

بہت سے دوسرے شلوکوں میں بھرتری ہری نے یہ بیان کیا ہے کہ اس دنیا کی خوشیاں بہت جلد مٹ جانیوالی ہیں اور نصیحت کرتا ہے کہ انسان نیکی کے ساتھ زندگی گزارے اور آخری بزرگی حاصل کرے۔ یہ وہ شتک دراصل دانائی اور ایسے قابل قدر اقوال کی کانیں ہیں جو زندگی کے مختلف زمانوں پر صادق آتے ہیں۔ بلاشبہ بھرتری ہری ہندوستان کے مشاہیر اخلاقیین میں سے تھا۔

باب ۱۱

بھرتری ہری کے اصول اخلاق

سنسکرت اشلوک:-

१ विवेक भ्रष्टानां भवति विनिपातः शतमुखः ।
२ येषां न विद्या न तपो न दानं
ज्ञानं न शीलं न गुणो न धर्मः ।

ते मर्त्यलोके भुवि भारभूता
मनुष्यरूपेण मृगाश्चरन्ति ॥

३ वरं पर्वतदुर्गेषु भ्रान्तं वनचरैः सह ।
न मूर्खजनसंसर्गः सुरेन्द्रभवनेष्वपि ॥

४ केयुरा न विभूषयन्ति पुरुषं हारा न चंद्रोज्ज्वला
न स्नानं न विलेपनं न कुसुमं नालंकृता मूर्धजाः ।
वाण्येका समलंकरोति पुरुषं या संस्कृता धार्यते
क्षीयन्ते ऽखिलभूषणानि सततं वाग्भूषणं भूषणम्

५ विद्या नाम नरस्य रूपमधिकं प्रच्छन्नगुप्तं धनं
विद्या भोगकरी यशः सुखकरी विद्या गुरूणां गुरूः ॥
विद्या बंधुजने विदेशगमने विद्या परा देवता
विद्या राजसु पूजिता न तु धनं विद्याविहीनः पशुः ॥

६ क्षान्तिश्चेत्कवचेन किं किमरिभिः क्रोधोऽस्ति चेद्देहिनाम्
ज्ञातिश्चेदनलेन किं यदि सुहृद्दिव्यौषधैः किं फलम् ॥
किं सर्पैर्यदि दुर्जनाः किमु धनैर्विद्याऽनवद्या यदि ।
व्रीडा चेत्किमु भूषणैः सुकविता यद्यस्ति राज्येन किम् ॥

७ दाक्षिण्यं स्वजने दया परजने शाठ्यं सदा दुर्जने
प्रीतिः साधुजने नयो नृपजने विद्वज्जने प्वार्जवम् ।
शौर्यं शत्रुजने क्षमा गुरुजने कान्ताजने धूर्तता
ये चैवं पुरुषाः कलासु कुशलास्ते ष्वेव लोकस्थितिः ॥

८ जाड्यं धियो हरति सिञ्चति वाचि सत्यं
मानोन्नतिं दिशति पापमपाकरोति ।
चेतः प्रसादयति दिक्षु तनोति कीर्तिं

सत्सङ्गतिः कथय किं न करोति पुंसाम्॥
९ दौर्मन्त्र्यान्नृपतिर्विनश्यति यतिः सङ्गात् सुतो लालना
द्विप्रोऽनध्ययनात् कुलं कुतनयाच्छीलं खलोपासनात्।
ह्रीर्मद्यादनवेक्षणादपि कृषिः स्नेहः प्रवासाश्रयात्
मैत्री चाप्रणयात् समृद्धिरनयात् त्यागात् प्रमादाद्धनम्
१० राजन्दुधुक्षसि यदि क्षितिधेनुमेनां
तेनाद्य वत्समिव लोकममुं पुषाण
तस्मिंश्च सम्यगनिशं परिपुष्यमाणे
नानाफलैः फलति कल्पलतेव भूमिः॥
११ अकरुणत्वमकारणविग्रहः
परधने परयोषिति च स्पृहा।
सुजनबन्धुजनेष्वसहिष्णुता
प्रकृतिसिद्धमिदं हि दुरात्मनाम्
१२ लोभश्चेदगुणेन किं पिशुनता यद्यस्ति किं पातकैः
सत्यं चेत्तपसा च किं शुचि मनो यद्यस्ति तीर्थेन किम्
सौजन्यं यदि किं बलेन महिमा यद्यास्ति किं मण्डनैः
सद्विद्या यदि किं धनैरपयशो यद्यस्ति किं मृत्युना
१३ मौनान्मूकः प्रवचनपटुर्वाचालो जल्पको वा
धृष्टः पार्श्वे वसति च सदा दूरतश्चाप्रगल्भः
क्षान्त्या भीरुर्यदि न सहते प्रायशो नाभिजातः
सेवाधर्मः परमगहनो योगिनामप्यगम्यः
१४ वाञ्छा सज्जनसङ्गमे परगुणे प्रीतिर्गुरौ नम्रता
विद्यायां व्यसनं स्वयोषिति रतिर्लोकापवादाद्भयम्
भक्तिः शूलिनि शक्तिरात्मदमने संसर्गमुक्तिः खलैः

एते येषु वसन्ति निर्मल गुणास्ते भ्यो नरेभ्यो नमः ॥

१५ विपदि धैर्यमथाभ्युदये क्षमा
सदसि वाक्पटुता युधि विक्रमः
यशसि चाभिरुचिर्व्यसनं श्रुतौ
प्रकृति सिद्ध मिदं हि महात्मनाम् ॥

१६ प्राणाघातान्निवृत्तिः परधन हरणे संयमः सत्यवाक्यं
काले शक्त्या प्रदानं युवति जन कथा मूकभावः परेशाम्
तृष्णा स्रोतोविभङ्गो गुरुषु च विनयः सर्व भूतानुकम्पा
सामान्यः सर्व शास्त्रे ष्वनुपहत्त विधिः श्रेय सामेष पन्थाः ॥

१७ प्रदानं प्रच्छन्नं गृह मुपगते संभ्रम विधिः
प्रियं कृत्वा मौनं सदसि कथनं चाप्य पकृतेः ।
अनुत्सेको लक्ष्म्यां निरभि भव साराः परकथाः
सतां केनोद्दिष्टं विषम मसि धारा व्रत मिदम् ॥

१८ एते सत्पुरुषाः परार्थ घटकाः स्वार्थान्परित्यज्य ये
सामान्यास्तु परार्थ मुद्यम भृतः स्वार्था विरोधेन ये ।
तेऽमी मानव राक्षसाः परहितं स्वार्थाय निघ्नन्ति ये
ये तु घ्नन्ति निरर्थकं परहितं ते केन जानीमहे ॥

१९ क्षीरेणात्मगतोदकाय हि गुणाः दत्ताः पुरा तेऽखिलाः
क्षीरोत्तापमवेक्ष्य तेन पयसा स्वात्मा कृशानौ हुतः
गन्तुं पावक मुन्मनस्तदभवद् दृष्ट्वा तु मित्रापदं
युक्तं तेन जलेन शाम्यति सतां मैत्री पुनस्त्वीदृशी ॥

२० तृष्णां छिन्धि भज क्षमां जहि मदं पापे रतिं मा कृथाः
सत्यं ब्रूह्यनुयाहि साधु पदवीं सेवस्व विद्वज्जनम्

मान्यान्मानय विद्विषोप्यनुनय प्रख्यापय स्वा न्गुणान्
कीर्तिं पालय दुःखिते कुरु दयामेतत्सतां लक्षणम्॥
२१ प्रारभ्यते न खलु विघ्न भयेन नीचैः-
प्रारभ्य विघ्न विहता विरमन्ति मध्याः।
विघ्नैः पुनः पुनरपि प्रति हन्य माना:
प्रारब्ध मुत्तमजना न परित्य जन्ति॥
२२ आशा नाम नदी मनोरथजला तृष्णातरङ्गाकुला
राग ग्राह वती वितर्क विहगा धैर्यद्रुम ध्वंसिनी
मोहावर्त सुदुस्तराऽति गहना प्रोतुङ्ग चिंता तटी॥
तस्याः पारगता विशुद्ध मनसो नन्दन्ति योगीश्वराः॥
२३ भोगे रोग भयं कुले च्युति भयं वित्ते नृपालाद्भयम
माने दैन्य भयं वले रिपुभयं रूपे जराया भयम।
शास्त्रे वाद भयं गुणे खल भयं काये कृतान्ताद्भयम
सर्वं वस्तु भयान्वितं भुवि नृणां वैराग्य मेवाभयम॥

باب ۱۲

بودھ کے اصول اخلاق

ہر ملک کی تاریخ میں زبردست تاریخی تحریکات کے آغاز سے پہلے کوئی ایسا جلیل القدر تاریخی شخص پیدا ہوتا ہے جو اپنی زبردست شخصیت کی مدد سے تقریباً اپنی قوم کی قسمتوں کو بناتا ہے جس زمانہ میں ہندوستان میں ایک طرح کا ذہنی ابال آرہا تھا اور ملحدین، مذہبی مجنون، لاادری اور مذہبی باتوں کی پروا نہ کرنے والے سب اپنے اپنے معتقدات کی تلقین میں حتی الامکان سعی کر رہے تھے اور در اصل ویدک فلسفہ کا آفتاب، جہالت، پروہتوں کے پھندا اور توہمات کی تاریکی میں بالکل گھر گیا تھا اوس وقت بودھ اعظم پیدا ہوا اور اپنے وقت پر اس نے ایک ایسے فلسفہ زندگی کا درس شروع کیا جس نے دفعتہً آریاورت کی معاشرتی اور سیاسی حالت میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔

اگرچہ بودھ کی تفصیلی سوانح کے متعلق جو تاریخی اعتراضات کئے گئے ہیں وہ کچھ زیادہ خوش آئند نہیں ہیں پھر بھی اتنا بلا شبہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندی مصلحین کی بزم انجم کا سب سے روشن ستارہ بودھ ہی ہے ہر چند وہ طبقہ امرا میں پیدا ہوا تھا مگر اس نے ذات، رنگ اور ملت کی تمام تفریقوں کو مٹا کر ایک معمولی آدمی کی سی زندگی بسر کی اور اسی کا سبق دیا۔ ایک فلسفی نقاد اس کی پروقار شکل، اعلیٰ خدا داد ذہانت اور دلوں میں اتر جانے والی نظر اور زبردست قوت تقریر کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اخلاقیات کا ایک طالب علم اسکی نرمی، صاف دلی، فیاضی اور بے داغ زندگی کی مدح میں محو ہو جائیگا اس نے کبھی ایک معمولی انسان سے بالاتر ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا اور ہمیشہ تبلیغ کے بے مثل طریقے استعمال کرتا رہا وہ انسان کو حرص و ہوا اور تعصب کی بیڑیوں سے رہا کرنے کا صدق دل سے آرزو مند تھا وہ ایسے شخص کی حقیقی کوششوں کا پورا معتقد تھا جو ایک خیالی توکل اور دہشت ناک رہبانیت

کی زندگی کے بغیر سرگرمی سے ترک دنیا کا طالب رہتا تھا۔ اس کا اعتقاد تھا اور بجا طور پر تھا کہ صرف اخلاقی تنویر یزدان حاصل کرنے کے لیے کافی ہے تمام ذی حیات سے محبت رکھنا اس کے فلسفہ و مذہب کی کلید تھا وہ ہزار رجائیوں کا ایک رجائی[1] تھا۔ اس کا ایمان یہ تھا کہ انسان کی ذاتی صلاحیت اسقدر زبردست ہے کہ وہ خارجی امداد سے بے نیاز رہ کر بھی اپنی نجات حاصل کرسکتا ہے بودھ مت کی معقولیت اور اخلاق نے ہند اور بیرون ہند میں لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے قلوب کو تسلی و تشفی بخشی ہے اگر اس مقولہ میں کہ مہذب سوسائٹی کا مغز زیادہ تر مابعد الطبیعاتی نہیں بلکہ اخلاقی ہوتا ہے صداقت کا ذرا سا ہی شائبہ موجود ہے تو یقیناً بودھ مت کو اپنے جنم بھوم میں از سر نو زندہ ہونیکا اچھا موقع حاصل ہے اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اشاعت تعلیم کے ساتھ یہ مت نسلوں کے متحد کرنے کے لئے ایک نئی طاقت پیدا کردیگا؟ کون ایسا ہے جو بودھ مت کے ایک محقق کی اس رائے سے اتفاق نہ کریگا کہ جب تک ایک ہندوستانی کی زندگی اور خیال میں بودھ کی "سفید روشنی" پھر ایکبار جاری و ساری نہیں ہوگی، ان کو یعنی اہل ہند کو مجمع اقوام میں اس برتری کو پھر حاصل کرلینے کی امید نہ رکھنی چاہیئے جو انہیں اشوک کے زمانہ میں حاصل تھی؟ اخلاقی نظام ہونے کی حیثیت سے بجا ہے یہ برہمنی اور ویدانتی نظام سے بعض امور میں مختلف ہو لیکن موٹی موٹی باتوں کے اعتبار سے اس کا عملی اخلاق کا نظام بلاشبہ ویدیت ہی کا زائیدہ ہے۔ راستبازی، خیرات، خلق دوستی، انصاف، رواداری اور اخوت کے متعلق اس کے اساسی احکام سب مقدس ویدوں اور اپنشدوں ہی کی تعلیمات کی صدائے بازگشت ہیں، پھر اگر اسے بھی ہندو دیوآلہ میں جگہ دی گئی تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ بودھیت کے اخلاق کا ایک سرسری تبصرہ بھی ایک ہندو طالبعلم کو یہ محسوس کرادیگا، کہ بودھ کا خون اور استخواں دراصل اس کا اپنا خون اور استخوان ہے۔

---

[1] رجائی۔ وہ شخص جو زندگی کو مایہ خیر و مسرت سمجھے اس کی ضد قنوطی ہے جو اس حیات کو محض آلام کا ایک مجموعہ سمجھتا ہے۔ مترجم

بودھیت کی غرض و غایت رنج و مصیبت سے آزادی ہے اور یہ آزادی صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ ایک فرد اپنی خود غرضانہ خواہشات کو مار دے۔ آدمی پر عموماً ترشنا ــــ حرص ــــ کا جذبہ غالب ہوتا ہے اور یہی انسداد کے قابل ہے۔ ترشنا کا یہ استیصال صرف اس حالت میں ممکن ہے کہ بدی سے متواتر اجتناب اور نیکی پر عمل درآمد کیا جائے۔ ذیل میں وہ دس احکام درج کئے جاتے ہیں جنکی بودھ نے اپنے پیرووں کی ہدایت کے لئے تلقین کی تھی:۔

۱۔ ادنیٰ ترین کیڑے سے لیکر انسان تک کسی جاندار کو ہلاک نہ کرو تم کو تمام ذی حیات کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

حیوانات کی قربانی کو (جو ویدیت کے زمانہ زوال کی ایک نمایاں خصوصیت ہو گئی تھی) مردود قرار دینے کے متعلق جو مسئلہ مشہور ہوا وہ زیادہ اسی حکم کی بناء پر ہوا۔ بودھمت صرف اتلاف جان ہی کو نفرت انگیز خیال نہیں کرتا تھا بلکہ اس نے تمام حیوانات کی سلامتی کا خیال رکھنا نہایت مقدس فرض ٹھیرایا۔ چنانچہ اشوک کے دوسرے فرمان میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی سلطنت میں انسانوں کے شفاخانوں کے ساتھ شفاخانہ حیوانات کا بھی ذکر ہے۔ رواداری کی روح کا پیدا ہونا اسی حکم کا دوسرا نتیجہ ہے۔ بودھیت ایشیا کے جنوبی اور مشرقی حصوں میں محض پرامن ذرائع کی بدولت پھیلی۔

(۲) تم کو چوری اور رہزنی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ہر شخص کی مدد کرنی چاہیئے تاکہ وہ محنت کا پھل پا سکے دہاپد اور وہیک شت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسی قسم کے اور اصول صریح الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں ایک سچا بودھی جو کچھ اپنی محنت شاقہ سے کماتا ہے اسے بنی نوع انسان کی بہبودی میں خرچ ہونا چاہیئے اور یہی وجہ ہے کہ بودھی بھک شو ــــ یعنی راہب ــــ افلاس کا عہد کرتا ہے۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہ خیر لیفانہ نصیحت تجارتی روح اور اس کے لازمہ (یعنی ادنیٰ درجہ کی شوکت و طاقت کے لئے بے رحمانہ کشمکش) سے کس حد تک مختلف ہے۔

(۳) کسی شخص کی بیوی حتیٰ کہ داشتہ تک کی عصمت دری نہ کرو بلکہ عفت مآب

زندگی بسر کرو۔

"ایک عورت پر بری نظر ڈالنے سے حذر کرو، اگر عورت سن رسیدہ ہو تو اس کو بجائے اپنی ماں کے سمجھو، اگر جوان ہو تو اپنی بہن اور اگر بہت چھوٹی ہو تو اپنی بچی خیال کرو۔"

تمام مذاہب میں ہم دیکھتے ہیں کہ شہوانی خواہشات کی تسکین کے سلسلہ میں جو بدعنوانیاں ہوتی ہیں ان سب کو معصیت آمیز محسوس کیا جاتا ہے معاشرتی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ تعلقات جنسی کے انضباط کے لئے قوانین وضع کئے جائیں شادیاں صرف فریقین متعلق کی ذاتی اغراض کی بناء پر نہ ہوں بلکہ بقائے نسل کے خیال سے ہونی چاہئیں اس لئے ہندو دینیات کے مقاصد اربعہ میں سے تیسرا مقصد کام کو کہا گیا ہے لیکن چونکہ اس کا بیجا استعمال بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس کو شڈری پُس یعنی چھ دشمنوں میں بھی رکھا گیا ہے یعنی کام، کرودھ، موہ، لوبھ، مد اور متسر، شہوت، غصہ، فریب نظر، لالچ، غرور اور حسد۔

(۴) تم کو وہ بات نہیں کہنی چاہئے جو جھوٹ ہے بلکہ سچ بولو، کسی کو نقصان پہونچانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے دل میں سب کی محبت رکھکر۔

"جب کوئی شخص کسی مجلس میں آئے تو کسی سے جھوٹ نہ بولے نہ کسی سے جھوٹ بلوائے اور نہ جھوٹ بولنے والوں کے افعال کو پسند کرے، جھوٹ سے پرہیز لازم ہے۔"

(دھمیک سُت)

"سچ بولو، مغلوب الغضب نہ ہو جاؤ، سوال کرنے پر دو، ان تین مدارج سے تم مقدس بن جاؤگے۔"

(دھما پد)

یہ مقولہ ریاکاری، غیبت، دروغ حلفی اور جھوٹ کی دوسری شکلوں کو مردود ٹھیراتا ہے بودھیت حکیموں کے ٹوٹنے ٹوٹکوں، وکیلوں کی دھاندلی اور مدبروں کے دروغ مصلحت آمیز کو کسی طرح بھی روا نہیں رکھتی۔

(۵) تم کو ایسی کوئی چیز کھانی یا پینی نہیں چاہئے جو نشہ پیدا کرتی ہے۔

یہ امر کہ نشہ کی عادت گناہوں کی جڑ ہے، اہل مذہب اور سائنس داں دونوں کے نزدیک مسلم ہے، علم طب بالاتفاق نشی اشیاء کی ممانعت کرتا ہے اور مذہب بھی اتنے ہی

زور کے ساتھ اسکی ہم نوائی کرتا ہے۔

۶۔ تم کو لا طائل اور خود نمائی کی گفتگو کرنا اور قسم کھانا یا اس کا خوگر ہونا نہیں چاہئے تہذیب کے ساتھ گفتگو کرو وقار کے ساتھ مطلب کی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔

۷۔ تم کو جھوٹی افواہیں گھڑنی یا ان کو دہرانا نہیں چاہئے خوردہ گیری نہ کرو بلکہ اپنے ابنائے جنس کے اچھے رخ پر نظر رکھو تاکہ خلوص کے ساتھ ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی حفاظت کر سکو۔

۸۔ اپنے ہمسایہ کی منفعت کو طمع کی نظر سے نہ دیکھو بلکہ دوسروں کی خوش طالعی پر خوش ہو حسد سے پرہیز واجب ہے اس کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ "یہ لامتناہی[1] رات کی آگ ہے ایسی آگ جو جلاتی ہے مگر روشنی بالکل نہیں دیتی"۔

۹۔ ہر طرح کے کینہ، غصہ، عناد اور بدخواہی کو بالکل نکال دو اور ان لوگوں کی جانب سے بھی بغض نہ رکھو جو تم کو نقصان پہونچاتے ہیں بلکہ محبت بھری مہربانی اور استحسان سے تمام جانداروں کو اپنے آغوش (شفقت) میں لو "آدمی محبت کے ذریعہ غصہ پر فتحیاب ہو اس کو خیر کے ذریعہ سے شر پر غالب آنا چاہئے، حریص پر فیاضی سے اور جھوٹے پر سچ سے فتح پانی چاہئے۔ کیونکہ نفرت نفرت سے کبھی نہیں جاتی نفرت محبت سے جاتی رہتی ہے یہی اس کا اصل خاصہ ہے"

۱۰۔ اپنے قلب سے جہالت کو دور کرو اور حقیقت کی ادھیڑ بن (دھیان) میں رہو تاکہ وہم کے شکار نہ ہو جاؤ جو تم کو غلطیوں کی طرف سے بے پروا کر دیگا اور اس نیک راستہ سے دور لیجائیگا جو انسان کو امن و برکت کی طرف لیجاتا ہے۔

مندرجہ ذیل گناہوں سے احتراز لازم ہے (الف) جو ہتیار प्राणातिपात (ب) چوری अदत्तादान (ج) زنا कासमिथ्याचार (د) جھوٹ بولنا मृषावाद (ھ) تہمت لگانا पैशुन्य (و) بدزبانی (ز) بیہودہ گوئی शंभिन्नप्रलाप۔

---

[1] لامتناہی رات یعنی جہنم جہاں ہمیشہ تاریکی رہیگی۔ مترجم (۱۲)۔

(ح) اودیا अविद्या جہالت (ط) بذیتی (ی) غلط فہمی मिथ्या

دشٹی बुद्धि بودھیت عقل کو حق کا آخری معیار ٹھیراتی ہے' بودھ کہتا ہے:۔

"روایات پر محض اس وجہ سے اعتقاد نہ رکھو کہ وہ پشتہا پشت سے چلی آتی ہیں ۔ جب یہ مشاہدہ و تحلیل کے بعد درایت کے مطابق اور ہر کس و ناکس کی فلاح و بہبود کی طرف مائل نظر آئیں تو انہیں قبول کرو اور انہیں اپنا اصول زندگی بناؤ" مقبول عام گاتھا بودھی اخلاق کی اس طرح تلخیص کرتی ہے :۔

सब्बपापस्स अकरणं कुसलस्स उपसंपदा ।
सचित्त परियोदपनं एतं बुद्धानं सासनम.

کوئی بدی سرزد نہ ہونے پائے' نیک اعمال (دنیا میں) بھر جائیں' آدمی کا قلب پاکیزہ ہو جائے یہ بودھ کی تلقین ہے :۔

ایک با اخلاق کردار کے ایجابی اصول یہ ہیں:۔

(۱) دان ۔ دیکھ بھالکر خیرات (۲) سیل بھون ۔ اخلاقی کردار کی پاکیزگی (۳) دِیا دِجا اچھی چیزوں کا تصور (۴) اپاچیان ۔ دوسروں کی خدمت کرنا (۵) پتی پتانو موداں ۔ نکوکاری میں دوسروں کو اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دینا' اپنے نیک کاموں کا سہرا دوسروں کے سر باندھنا (۶) دہماسوال ۔ قانون خیر (خدا کا) سننا (۷) دہماویسن ۔ خدائی قانون کا وعظ کہنا

انگاریکا دہرماپال نے اپنی کتاب "بدھ کی سوانح اور تعلیمات" میں بڑی خوبی سے بودھیت کی روح کی تلخیص کی ہے "بودھ مت ایک سرگرم اور نہ ڈگنے والی کوشش کا مذہب ہے۔ یہ کسی دیوتا یا دیوتاؤں پر تکیہ نہیں کرتا اور سوائے ذاتی بے غرضی اور پاکیزگی اطوار کے کسی اور خارجی امداد کا طالب نہیں ہوتا ۔ کسی بیرونی امداد پر تکیہ نہ کرو' اپنے آپ کو ایک جزیرہ بنا لو کسی پر انحصار نہ کرو' صرف اپنی ذاتی نیک کوششوں پر بھروسہ کرو ۔ نفس امّارہ پر قابو پانے کی جو سعی بلیغ اس قدر شوق کے ساتھ کی جائیگی وہ یقیناً کامیاب ہوگی سرگرمی سے کوشش کرو مضبوطی کے ساتھ مستقل رہو کسی قسم کی کاہلی اور تنک مزاجی اور کوئی تشکیک تم کو منزل مقصود پر پہونچنے سے روکنے نہ پائے' پرانی چیزوں کو الوداع کہو اور نئی کا خیر مقدم کرو' برائی سے بچو' نیکی جمع کرو

گناہ، شہوت اور خودغرضی کے خلاف جہاد کرو" بودھیت یہ سکھاتی ہے کہ اگر انسان اوہا پاکی مبنا پر کھڑا ہو اور ایمان، توجہ، قوت عمل اور نیک خیالات کی یکسوئی اور دانائی بڑھائے تو وہ اسی زندگی میں نروان حاصل کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر آنند کمار سوامی نے جو کتاب ابھی حال ہی میں بودھیت پر لکھی ہے اس میں وہ بھی اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ وہ مشہور عام ہشتگانہ راہ نیک جو منزل مقصود کو پہونچنے کا قطعی راستہ ہے اور اس کے اصول حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حقیقی علم (۲) حقیقی لو (۳) حق گوئی (۴) اعمال صالح (۵) اکل حلال (۶) صحیح کوشش (۷) حقیقی توبہ (۸) سچی سمادہی۔

ذیل میں ہم دہماپد کے چند بندوں کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ یہ بودھیوں کی ایک کتاب شریعت ہے، ترجمہ پروفیسر میکس مولر نے اپنی تصنیف "مشرق کی کتب مقدسہ" میں کیا ہے۔

۱۔ جو کچھ ہم ہیں وہ تمامتر نتیجہ ہے اس کا جو کچھ ہم نے سوچا ہے۔
یہ ہمارے خیالات پر مبنی اور ہمارے خیالات ہی سے بنا ہے۔
اگر کوئی شخص بری نیت سے کچھ کہتا یا عمل کرتا ہے تو رنج اس کا پیچھا کرتا ہے جس طرح پہیہ گاڑی کھینچنے والے بیل کے قدموں کا تعاقب کرتا ہے۔ بند ۱

۲۔ لگن بقا کا راستہ ہے اور بے خیالی موت کا، جن کو طلب صادق ہے وہ مرتے نہیں اور جو بے پروا ہیں انہیں پہلے ہی مردہ سمجھنا چاہئے۔ بند ۲۲

۳۔ وہی دانشمند لوگ جو غور و خوص کرنے والے اور مستقل مزاج ہیں اور جو ہمیشہ زبردست طاقتیں رکھتے ہیں، نروان یعنی اعلیٰ ترین مسرت حاصل کرتے ہیں۔ بند ۲۳

۴۔ عقلمند آدمی کو اپنے خیالات کی دیکھ بھال رکھنی چاہئے کیونکہ ان کا معلوم کرنا دشوار ہوتا ہے، وہ بڑے فریبی ہوتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں دوڑ پڑتے ہیں، سوچے سمجھے خیالات راحت پیدا کرتے ہیں۔ بند ۳۶

۵۔ کم عقل احمقوں کے سب سے بڑے دشمن خود ان کی ذاتیں ہیں کیونکہ وہ برے کام کرتے ہیں جن کا پھل برا ہوتا ہے۔ بند ۶۶

۶۔ جس طرح ایک ٹھوس چٹان آندھی سے جنبش تک نہیں کھاتی، اسی طرح دانا آدمی

تعریف یا ملامت سے نہیں ڈگمگاتے ۔

بند ۸۱

۷۔ اس آدمی پر دیوتا بھی رشک کرتے ہیں جس کے حواس، گھوڑوں کے مانند، قابو میں ہوتے ہیں، جو تکبر سے بری اور خواہشات نفس سے پاک ہے ۔ جو ان کے اچھے نکلے ہوئے

بند ۹۴

۸۔ کوئی آدمی خیر کو اس خیال سے کہ یہ میرے لئے زیادہ مفید نہیں ہے معمولی نہ سمجھے پانی کی بوندوں سے بھی گھڑا بھر جاتا ہے، عقلمند اگر تھوڑا تھوڑا بھی جمع کرے تو خیر سے بھر جاتا

بند ۱۲۲

۹۔ عریانی، الجھی ہوئی جٹا، راکھ، فاقہ کشی یا زمین پر لیٹنا، بھبوت ملنا، بےحس و حرکت بیٹھنا یہ سب چیزیں اس انسان کو پاک نہیں کر سکتیں جس نے خواہشات نفس کو مغلوب نہیں کیا ہے ۔

بند ۱۴۱

۱۰۔ صحت سب سے بڑی نعمت ہے، قناعت سب سے بڑی دولت، اعتماد سب سے بڑا رشتہ ہے اور نروان سب سے بڑی راحت ہے ۔

بند ۲۰۴

۱۱۔ انسان غصہ کو محبت سے، بدی کو نیکی سے، لالچی کو فیاضی سے اور جھوٹے کو سچ سے زیر کرے ۔

بند ۲۲۳

دھماپد میں ۴۲۳ بند ایسے ہیں جو مردانگی اور پاکیزگی کے اخلاق سکھاتے ہیں، خود لفظ دھماپد کے معنی 'مذہب کے راستے' ہیں اور بحیثیت مجموعی یہ کتاب بودھی اخلاقیات پر ایک اعلیٰ درجہ کی تحریر ہے ۔ بودھیوں کی ایک اور دینی کتاب ستاپت ہے جو ایسے مضامین پر مکالمات کا ایک مجموعہ ہے جو ابتدائی بودھیت کے نقطۂ خیال سے اخلاقی اہمیت رکھتے تھے اس میں بہت سے قصص اخلاقی ہیں جو بودھی اصولوں کی تشریح و وضاحت کرتے ہیں گناہ کیا ہے راحت کس کو کہتے ہیں ؟ یہ اور اسی قسم کے دیگر سوالات اٹھائے گئے ہیں اور ان کے جوابات دئے گئے ہیں اس میں ایک راہب کی زندگی کے ابتدائی درجہ کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ابتدائی بودھیت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے یہ بجائے خود ایک اہم تصنیف ہے ۔ وی فنس بول نے ستاپت کے مضامین کی

مندرجہ ذیل تلخیص کی ہے:۔
"موضوعی حیثیت سے، راحت کامل نام ہے امن کے ذریعہ (جسکی تعلیم بودھ نے معروضی حیثیت سے دی ہے) خواہش سے آزاد ہوجانیکا یعنی گویا جسم اور مادہ سے بری ہوجانا، آدمی کو عناصر وجود (اپادہی) کو مٹانا اور نروان حاصل کرنا چاہیئے" بودھ عالمگیر محبت و دانائی کا پیام لیکر آیا تھا پہلے وہ اس دنیا کے کرب، مصیبت، مایوسی، تباہی، بیماری اور شکست و ریخت سے متاثر ہوا اور بعد کو تہذیب نفس کی ایک بے نظیر طریقہ سے مدد لیکر اس نے ان چیزوں کا سبب ڈھونڈا اور ان کا ازالہ کیا۔ جو قوم صداقت و راستی کے بلند ترین مقامات تک پہونچنے کا عزم کر چکی ہو اس کے لئے اس جلیل القدر ماہر اخلاق کی تعلیمات اور زندگی کا مطالعہ نفع بخش ہوگا۔ بودھ مرشد اعظم کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا اور زبردست قوت حیات ان ارضی مظاہرات میں سے تھا جو وقتاً فوقتاً اپنے ظہور سے ہماری نسل کو زینت بخشتے رہتے ہیں، اس کی تعلیمات لازماً شدت کے ساتھ اخلاقی ہیں، ان کا مقصد اعلیٰ ترین اخلاقی محرکات کی تلقین کرنا اور انہیں اعلیٰ و ارفع بنانا ہے۔ اخلاقی اصلاح کا جو پیام بودھ نے سنایا ہے اور جس سے آدمی میں خود ضبطی اور شخصیت کی نمایاں ترقی ہوتی ہے اسے ایک عالمگیر مذہب بنانے کی کامیاب کوشش کہنا چاہیئے۔ عمرانیات کا ہر طالب علم بخوبی واقف ہے کہ دنیا برابر ترقی و اتحاد کی طرف بڑھ رہی ہے اور ارتقاء کے اس سلسلے میں وہ ایک متحدہ مذہب کے لئے بھی کوشاں ہے بودھیت نے اس عالمگیر مذہب کے پیدا کرنے میں جو حصہ لیا ہے وہ بے شبہ بہت بڑا ہے۔

ہند اور بیرون ہند میں کئی روحانی گرو بدھ کے کام کو یکے بعد دیگرے صدیوں سے جاری رکھتے چلے آئے ہیں۔ ہندوستان میں وقتاً فوقتاً ایسے زبردست دماغ پیدا ہوتے رہے ہیں جو ملک کے تمام طول و عرض میں روحانی روشنی کی مشعل لئے پھرتے رہے چینیا، کبیر، رامداس اور تکارام جیسے برگزیدہ شخصوں نے انسانی زندگی کے لئے عمل کے مقررہ اصول اور کردار کے معینہ قوانین وضع کئے ہیں خواہ ہم درماندگی اور تاریکی کی حالت میں ہوں یا انوار اور قوت کا زمانہ ہو، ان کے غیر فانی سروں میں گائے ہوئے معبودیت آمیز گیت ہمارے لئے ہمیشہ ملہمانہ بصیرت کا سرچشمہ ہیں اس بحر زندگی کے بہت سے

ملاحوں کے لئے وہ روشنی کے میناروں کے مانند ہیں وہ کئی معنوں میں خاندان انسانی
کے نمائندے اور نبی ہیں انہوں نے اپنے ابنائے جنس کے آرام کو مد نظر رکھا اور انسانی مصائب
کو کم کیا ہے ہم کو اس بات کا یقین کر لینا چاہئے کہ جتنا زیادہ ہم انکی تصنیفات کو سمجھیں گے اور انکی
روح سے فیض یاب ہونگے، اتنا ہی زیادہ ہم خود بقدر وسعت دوسروں کے لئے خواہ ان کی
تعداد کم ہو یا زیادہ، اور خواہ وہ زندگی کے گمنام راستوں میں ہوں یا ممتاز راہوں پر۔ ویسی ہی
فیض رسانی کے قابل بن سکیں گے ۔

باب ۱۳

ہندوؤں کا اخلاقی مذہب

ہندویت ایک مذہب ہی نہیں بلکہ زیادہ تر ایک تہذیب ہے اس کا اپنا ایک خاص تہذیبی پیغام ہے جو تخیل اور ترقی دونوں حیثیتوں سے عجیب و غریب ہے جن معلومات کی بناء پر قدیم اخلاقیات کا نظام قائم کیا جا سکتا ہے وہ ان کتب مقدسہ میں ملتے ہیں جن کے اقتباسات گذشتہ ابواب میں دئے جا چکے ہیں ان کتابوں میں ان کے مصنفین کے شاہدات اخلاقی نصائح کی شکل میں درج نظر آتے ہیں اور عامۃ الناس کی رہنمائی کرتے ہیں اگر ہندویت کی طویل اور بوقلموں تاریخ میں لوگ کبھی کبھی ان عظیم الشان مطامح نظر پر عمل پیرا ہونے میں ناکام رہے ہوں اور خود غرضی یا جہالت کے سبب انہوں نے اپنے مذہب کے اساسی اصولوں کو نظر انداز کر دیا ہو تو کسی شخص کو مصنفین یا مذہب کی انگشت نمائی نہیں کرنی چاہئے۔ ہر مذہب کی تاریخ میں ہمیشہ سے ایک عجیب و غریب باب نظر آتا رہا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مظہر ناگزیر بھی ہے بانیان مذاہب اپنے پیروؤں کے سامنے زندگی کے کچھ نصب العین پیش کرتے اور چند مخصوص اصول کردار کی تعلیم دیتے ہیں اپنی زندگیوں کو خدا یا ملک کے کسی کام کے لئے وقف کر دینے کے بعد وہ تو اپنے مقصد حیات کو ادھورا یا ختم کر کے دنیا سے گزر جاتے ہیں لیکن ان کے متبعین نفسانیت یا حرص میں گرفتار ہو کر راستبازی کی راہ کو چھوڑ دیتے ہیں جو ان زبردست دماغوں نے ان کے لئے تجویز کی تھی اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منافقت و ریاکاری کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے مذہب کے ارکان ضروریہ بہت جلد فراموش ہو جاتے ہیں اور فروعات کی پابندی کی وجہ سے اوہام اور لایعنی عقائد کا دور شروع ہو جاتا ہے ایسے وقت میں انسان کے نفس امارہ کا زور ہوتا اور سُراسُر سنگرام سुरासुर संग्राम سیاہ ترین شکل میں شروع ہو جاتا ہے ہمارے سناتن دھرم کو بھی جملہ مذاہب کے دستور

کے مطابق یہ روز بد دیکھنا پڑا ہے اور اس نے ایک مدت مدید سے غیر ملکی نظامات خیال کے خلاف کشمکش کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اب بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بجائے خود کسی مذہب کو شرور اور مصائب کی افراط کا کہاں تک ذمہ وار ٹھیرایا جا سکتا ہے؟ جبکہ تمام بانیان مذاہب انبیا، اولیا اور فلاسفہ دنیا سے رنج و مصیبت کو کم کرنے کی بے انتہا سعی اور جدوجہد کر چکے ہیں تو پھر وجہ کیا ہے کہ بدی اب تک قدم جمائے ہوئے ہے؟ مذہب کی کسی خاص شکل نے ممکن ہے کہ خاص خاص شخصیتوں کو تسکین و تسلی دی ہو۔ لیکن کیا قوموں اور نسلوں کو بھی مذہبی عقائد کے ذریعہ عافیت نصیب ہوئی ہے؟ کیا مذہب دنیا کو آفات و آلام سے بری کرنے کا کوئی موقع رکھتا ہے؟ زندگی کی تمام برائیوں کی اکسیر اعظم کیا ہے؟ ہندویت اس کا جواب یہ دیتی ہے "دہرم کی حفاظت کرو تو تمام چیزوں کو محفوظ رکھ سکو گے"۔ "خدا اور راستی کی بادشاہت تلاش کرو" "سورگ راج حاصل کرنے کی سعی کرو" تو کائنات کا یہ معمہ حل ہو جائے، برہم آنند یعنی ابدی خیر و برکت حاصل کرو، خیر کے ابدی سرچشمہ کا پانی خوب سیر ہو کر پیو تب کہیں جا کر تم کو زندگی کا مقصد عظیم معلوم ہو سکے۔ سناتن دہرم کیا ہے؟ ہم کو چاہئے کہ کمال عجز و ادب کے ساتھ اس سوال کا جواب ہندو خیال ہندو اخلاقیات اور ہندو مذہب کی تاریخ میں تلاش کریں اور یہ امر ملحوظ خاطر رکھیں کہ جہاں تک ہندویت کا تعلق ہے، یہ سب کے سب ایک ہی ہیں ہندو مذہب اور ہندو اخلاقیات ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اس باب کا عنوان "ہندوؤں کا اخلاقی مذہب" رکھنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں۔

ہندویت کا تہذیبی پیغام اسکی تعلیمات کی رفعت، اسکے پرشکوہ مطامح نظر اور روح کو بلند کرنے والے جذبات، اس کے نفع بخش اصول کردار، اسکی معاشرتی تنظیم اسکا ورن آشرم دہرم، اسکے سدہانت چاتش تئے، اسکے پنچ مہایگنیہ، اسکے شودش سمسکار، اس کے ویدوں، اپنشدوں، شاستروں اور پرانوں کا پیغام اور اخیر میں اس کا اعلیٰ ترین نصب العین یعنی ویدانت یہ سب کے سب بتاتے ہیں کہ ہندویت نے انسانی تہذیب اور "بیشترین مفاد بہ اکثر افراد" کی تاریخ میں (جسنے وہ

بیشترین مفاد بہ اکثر افراد۔ یہ انگلستان کے مایہ ناز فلسفی بنتھم کا مقولہ ہے ہر سیاسی، معاشرتی غرضکہ ہر بنیادی نظام کا اخلاقی معیار اس کے نزدیک یہ ہے کہ اس سے غالب ترین تعداد افراد کو کثیر ترین منفعت حاصل ہو سکے۔ مترجم ۱۲

مرتب کر لیا ہے اور آج بھی کر رہی ہے) کتنا اہم حصہ لیا ہے۔
یہ عمل برابر جاری ہے اور اگر ہندی معقولین اس مقولہ کو ماننے کے لئے تیار نہ بھی ہوں کہ "دیانت" مذہب کے لئے دلیل آخر کا حکم رکھتی ہے تو بھی ہر نقاد اس کا تو کم از کم ضرور اعتراف کریگا کہ آریائی نسل اقوام عالم کی بزم تہذیب میں ایک رتبہ کی مستحق ہے اور اس کے اخلاقیین کی زندگی کسی نہ کسی مقصد کی ضرور حامی رہی ہے۔
زمانہ قدیم کے زبردست اولیاء یعنی ہندی رشیوں نے جس اخلاقی مذہب کی تلقین کی وہ نیتی دھرم (اخلاقی مذہب) سے متعلق چند اصول موضوعات و علوم متعارفات کو پہلے ہی سے فرض کر لیتا ہے اگر ان کو قبول نہ کیا جائے اور اگر نیتی دھرم پر تنقید کی جو طرفہ گولہ باری دوسرے ہی معیاروں سے کی جائے تو ہندو اخلاقیات کے ناقد اور متعلم دونوں کی حالت سخت مضحکہ خیز ہو جائیگی۔ اگر آپ اقلیدس کے بیان کئے ہوئے اصول موضوعات کو تسلیم نہیں کرتے یا اس کے علوم متعارفات کو من حیث المجموع مسترد کر دیتے ہیں ظاہر ہے کہ آپ کا علم مساحت کا مطالعہ ہرگز بڑھ ہی نہیں سکتا اگر ریاضیات یا طبعیات جیسے علوم صحیحہ کے لئے یہ قول صحیح ہے تو پھر ہندو اخلاقیات کے مطالعہ میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اس کے لئے چند اخلاقی اصول موضوعات کو تسلیم کرنا تو اور بھی زیادہ ضروری ٹھیرتا ہے اگر کوئی شخص نظریہ کرم یا تناسخ روح کے عقیدہ کو قبول نہیں کرتا تو اسکی یہ کوشش کہ ہندو مفکریں کے دستور الاخلاق کے متعلق کوئی حکم لگایا جائے، خواہ کیسی ہی ہمدردانہ اور سچی ہو لیکن لازماً عبث ہوگی۔ پرنسپل میکنزی جیسے ناقدین کی حالت بالکل یہی ہے'۔ ان احکام کا نہ ماننا اور بات ہے اور ہندو اخلاقیات جیسے ایک نظام کو جو اصلاً انہی اور ان کے مثل احکام پر مبنی ہے، بدنام کرنا ایک بالکل ہی دوسری بات ہے اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اصول موضوعات و علوم متعارفات کی طرف رجوع کرتے اور اخلاقی مذہب کے مطامح نظر کی تلخیص کرتے ہیں۔
(۱) خدا کائنات کا خالق اور ساتھ ہی اخلاقی حاکم بھی ہے' اسکی کائنات چند مقررہ قوانین کے تابع ہے جنکی پابندی تمام انسانوں پر لازم ہے۔
(۲) ہر انسانی روح کو پیدائشوں اور موتوں کے دور سے گزرنا ہوتا ہے۔

(۳) ہر روح انسانی اپنے اعمال کے سرانجام اور ان کا پھل پانے میں مختار ہے ۔ اپنے کرم کی ذمہ دار ہوتی ہے اور ہو گی اور برائی کی سزا۔

(۴) نشکام کرم یعنی وہ کام جو صلہ کی تمنا کے بغیر کیا جائے عمل کی اعلیٰ ترین شکل ہے ۔

(۵) برکت ربانی کا حصول اور مادی قید سے روح کا آزاد ہونا یہ زندگی کے مقاصد ہیں ۔

(۶) استحسان اور نیکی کی زندگی بسر کر کے اور مذہبی قوانین کی پابندی کر کے مکتی تلاش کرنی چاہیئے ۔

(۷) ابنائے جنس کی خدمت परोपकार نیکی کی اعلیٰ ترین شکل ہے اور پانچ یجن روز ہوتے ہیں ان کا مطمح نظر اپنے ساتھیوں کی بے غرضانہ خدمت ہے ۔ سنیاس संन्यास کا طریقہ اجتماعی و انفرادی فلاح میں مدد دیتا ہے ۔

(۸) باعمل زندگی تمام زندگیوں میں افضل ہے ۔ اس نصب العین کا دیکھو مقولہ "بے غرضانہ خدمت کیسا تھ سو سال جیو" कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेच्छतं समाः ۔ بھگوت گیتا کی تعلیمات اسی قسم کی زندگی بسر کرانا چاہتی ہیں ۔ परोपकाराय सतां विभूतयः اسکو کرم یوگ کہتے ہیں جو انجام کار اخوت انسانی کی طرف لیجاتا ہے ۔

(۹) برکت ربانی کو حاصل کرنے کے تین راستے ہیں (۱) کرم مارگ ۔ راہ عمل (۲) گیان مارگ ۔ راہ علم (۳) بھکتی مارگ ۔ بے لوث عبادت کی راہ ۔ ان تینوں کو ملکر اعلیٰ ترین (یعنی خدا) کی تلاش کرنی چاہیئے ۔

(۱۰) اہنسا دھرم کی جان ہے ۔ قول ، فعل اور خیال میں ایذا رسانی سے آزاد ہونا بھی عظیم ترین قانون ہے ۔

वेदाहमेतं पुरुषं महान्तम् ।
आदित्यवर्णं तमसः परस्तात् ॥
तमेव विदित्वाऽति मृत्युमेति ॥
नान्यः पन्था विद्यतेऽयनाय ॥ श्वे॰ ३.८.

"انسان محض خدا کو جان لینے ہی سے بقائے دوام حاصل کر سکتا ہے موت کے سمندر سے

ہمارے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے' ہوالاعلیٰ (یعنی خدا) وہ ہے جو طبقات ظلمت کے اس پار بڑی شان سے چمکتا ہے ۔

(۱۲) صرف حق کی فتح ہوتی ہے ۔ सत्यमेव जयते.

(۱۳) ہر عابد کو "سلامتی" کی دعا مانگنی چاہیے' ہر جگہ "سلامتی ہی سلامتی ہو" دعائیں ہمیشہ اس منتر پر ہوتی ہیں ۔ شانتی' شانتی' شانتی ۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زندگی مجہول نہ ہو جائے بلکہ اسکی ایک عالمگیر محبت' امن اور یک آہنگی کی زندگی ہونا چاہیے ۔

ہندو اخلاقیات کے ان اصول موضوعات کو بیان کرنے کے بعد ہم ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں ۔ ہم ایک اخلاقی زندگی کیوں بسر کریں ؟ اخلاق کی بنا کیا ہے ؟ کیا ہمیں ایک اخلاقی زندگی محض اس لئے گذارنی چاہیے کہ اس سے ہمسایوں کی زندگی زیادہ خوشی کی ہو جائیگی کیا اخلاق کا دارومدار مسرت پر ہے ؟ مثلاً کیا ہم اپنی انفرادی خوشی کو اخلاق کا معیار ٹھیرا سکتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو جائز و ناجائز ذرائع سے لوگوں کو ان کے مال سے محروم کرنا شاید ہمکو تو خوش کرسکتا ہے لیکن کیا ایسی خوشی جستجو کے لائق ہوتی ؟ ہندوئیت اسکی تردید کرتی ہے اور شاستر اسکو مردود ٹھیراتے ہیں ۔ ہندو شاستروں کے بموجب اخلاق کی بنا کہیں اور تلاش کرنی چاہیے خدا قادر مطلق اور منصف حقیقی ہے قانون اخلاق ایک ابدی اور غیر تغیر پذیر قانون فطرت ہے کہ خدا کے عبادت گذار بندے ہونے کی حیثیت سے ہم فانی انسان اخلاقی فریضہ کو توڑ نہیں سکتے' جزا یا سزا پر اخلاق کا مدار نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی آدمی محض پولیس کے خوف سے چوری کا مرتکب نہیں ہوتا تو اس کو صاحب اخلاق نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کو چوری کا ارتکاب اس وجہ سے نہیں کرنا چاہیے کہ یہ بے قاعدہ اور احکام الٰہی کے خلاف ہے ۔ برخلاف اس کے ہم کو ایک نیکی اور راستی کی زندگی گذارنی چاہیے خواہ ایسی زندگی ہم سے صبر کے ساتھ تکلیف و مصائب برداشت کرنے کا تقاضا کیوں نہ کرتی ہو یہی وہ نصب العین تھا ۔ جس سے کام لیکر ہریشچندر اعظم نے اپنی زندگی کو ایفائے عہد کا نمونہ بنایا' اس نے قسم قسم کی سختیاں جھیلیں اور طرح طرح کی ذلتیں اٹھائیں لیکن آخرکار اسکی صداقت کے نصب العین نے فتح پائی ۔

ہرشچندر کی اصلی عظمت یہی ہے کہ وہ ایک یچی کی زندگی کو لازمہ حیات خیال کرتا تھا اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس سے اسکو فائدہ یا مسرت حاصل ہوئی تھی بلکہ اس لئے کہ یہ اس ہستی کا حکم تھا اس نقطۂ خیال سے سری رام یا بھرت کی زندگی بلند رتبہ اور اعلیٰ درجہ کی اخلاقی زندگی تھی یہ جو تمام مشاہیر عالم جن کا احترام ہم پر واجب ہے معلمین اخلاق کی حیثیت سے درجہ کمال کو پہونچے ہیں تو اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی انفرادی خوشی کو مدنظر رکھا بلکہ اس وجہ سے کہ ان تکالیف و نقصانات کے باوجود جو نیکی کی زندگی اپنے ساتھ لائی تھی وہ زیادہ تر نیکی و راستبازی کا خیال رکھتے تھے تسری یال کی مہماں نوازی کا نمونہ دلیپ کا اپنے گرو کی اطاعت کا نمونہ ہنومان کی خدمت گزاری کا نمونہ یہ سب ایک ہی ذیل میں آتے ہیں۔ زندگی میں کسی مقصود کے حصول کے لئے جو تپس یا ریاضت کی جاتی ہے وہ بھی ایسی ہی ہے سیتا۔ اہلیا۔ تارا اور مندودری ہندو نسوانیت کے بہترین جواہرات ہیں، اس لئے کہ وہ وفاداری کی خاطر وفادار رہیں، تاریخ ہند ایسے مردوں اور عورتوں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے انجام کی فکر کئے بغیر راستبازی کی خاطر اپنے ملک و مذہب کی قربان گاہ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا جس نظام اخلاق نے جلیل القدر ذکوروانات کا ایک ایسا درخشاں جھگڑا پیدا کیا، اس کو "طفلانہ" مردہ اور ہیجان انگیز بدنام نہیں کر سکتے۔

کسی فعل کی اخلاقی صفت ان تحریکات کی نوعیت پر بھی منحصر ہوتی ہے جو اس کی محرک ہوئی ہیں۔ بسا اوقات آدمی کی نیت معلوم کرنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے کہ اس نے کوئی خاص کام کس غرض سے کیا ہے۔ فعل کے اچھا ہونے کے لئے تین شرائط ضروری ہیں۔

(۱) کام بجائے خود اچھا ہو (۲) اچھی نیت اسکی محرک ہو، اور (۳) وہ ارادی ہو۔ وہ کام جو خوف و جبر سے ہوتا ہے اعلیٰ درجہ کا اخلاقی نہیں ہوتا، جو نیکی کسی برے نتیجہ کے خوف سے کیجاتی ہے نیکی سے گر کر ریاکاری بنجاتی ہے۔ محبت، خیرات، دردمندی اور رحم جب خود غرضی سے آلودہ ہو جاتے ہیں تو اپنی عظمت کو کھو دیتے ہیں، اور اگر ان کا کرنیوالا کوئی اخلاقی نیت نہیں رکھتا تو یہ نیکیاں نیکیاں نہیں رہتیں۔ انجام سے اسکے حصول کے وسائل کا جواز نہیں ہو سکتا، اگر رعایا میں سے کوئی شخص قانون تعزیرات کے خوف سے فرانبردار رہے تو اسکی یہ اطاعت اخلاقی نہیں

[illegible] ہی۔ اگر کوئی سرمایہ دار ہڑتال کے خوف سے اپنے مزدوروں کی اجرت میں اضافہ کرتا ہے تو اسکی یہ کریم النفسی نیکی کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتی اگر عیش پسندی کو سامان عشرت کی عدم دستیابی کی وجہ سے برا بتایا جائے تو ایسے ابھاؤ ویراگی کی سادہ زندگی کوئی اعلیٰ اخلاقی فعل نہیں ہو سکتی نیکیوں کی جو تعلیم ساتوک، راجسک اور تامسک میں کی گئی ہے وہ قابل غور ہے اور بھگوت گیتا میں انہیں بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہ نیکی اعلیٰ اور وہ فعل درحقیقت عظیم ہے جو صرف ساتوک قسم کا ہو۔

علم الاخلاق انسان سے اس اعتبار سے بحث نہیں کرتا کہ وہ کیا ہے بلکہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ اسکو کیا ہونا چاہئے۔ علوم صحیحہ کی ترقی نے انسان کو دنیائے خارجی کی دلفریبیاں تو دکھا دی ہیں لیکن علم الاخلاق مذہب جو کہ ضمیر اپنی معاشرت کے ساتھ جو تعلقات بحیثیت مجموعی ہیں اس سے بحث کرتا ہے اسلئے ابھی حالت طفلی میں ہے۔ آدمی رسمیات سے متاثر ہو کر اور بعض اوقات خود غرضی سے اندھا ہو کر یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کائنات اخلاق و الٰہی قوانین کے تابع ہے یہ تمام انسان کے بنائے ہوئے قوانین سے برتر ہے۔ خدائی قانون سب سے بالا ہے، یہ ابدی اور غیر تغیر پذیر ہے اس کا مقام ہمارے اندر ہے اس کا مرکز سب جگہ ہے اور محیط کہیں بھی نہیں ہے یہ ہماری پسند اور ناپسند دونوں سے قطعاً آزاد ہے۔ ہماری نام نہاد رسمیات سے بالاتر اور کہیں پرے ہے۔ اقوام تک بھی اس کے اٹل اثرات سے متاثر ہوتی ہیں جب قومیں نیکی کے راستہ کو چھوڑ دیتی ہیں تو شدید تباہیاں ان کی گھات میں رہتی ہیں۔ ان کی دولت، ان کی قوت، ان کا اقتدار، ان کا فخر سب خاک میں ملجاتے ہیں جنگ مہابھارت سے پہلے کا زمانہ ریاکاری، ظلم اور دغابازی کا زمانہ تھا۔ راون کی سلطنت کی تاریخ بھی ایسی ہی تھی اور اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اسیریا، بابل، یونان، روم، فرانس قبل آشوب اور جنگ سے پہلے کی جرمنی کی سلطنتیں سب از سر نو اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں کہ معاشرت بحری و بری فوج یا جنگی طاقت کی نسبت زیادہ تر اخلاقی بنیادوں پر قائم ہے۔ قوم کا تو کیا ذکر کوئی فرد بھی جو اس عظیم قانون اخلاق کو توڑے مواخذہ سے نہیں بچ سکتا اگر فرد یا جماعت نیکی و راستی کی راہ پر چلتے ہیں تو امن، آزادی، قناعت اور خوشی [illegible] کو نصیب ہوگی۔ یہی ہندو اخلاق مذہب کا نصب العین ہے مسئلہ "بقائے اصلح" کا مجوز ڈارون بھی یہ تسلیم کرتا ہے کہ

اخلاق اور خارجی دنیا کے درمیان بڑا گہرا تعلق ہے ۔ خود ادنیٰ حیوانات میں ایک اعلیٰ ہستی کے وجود کی کھلی ہوئی علامتیں پائی جاتی ہیں ۔ جسمانی طاقت پر دماغی طاقت کی فوقیت سے کسی طرح انکار نہیں لیکن اخلاقی طاقت بلا شبہ دماغی طاقت سے بھی برتر ہے ۔ پس ڈارون کا نظریہ ہندوؤں کے نصب العین دھرم کشیتر کا مخالف نہیں ہے بلکہ اسکی تائید کرتا اور راستی و حق کو دولت مال یا طاقت سے بہت بلند بتاتا ہے ۔

ہندوؤں کے اخلاقی نصب العین کا اقتضا یہ ہے کہ انسان کا شریف ترین عمل خدمت انسانیت ہے ۔ आत्मवत् सर्व भूतेषु यः पश्यति सपश्यति ॥

"جو شخص تمام بنی نوع انسان کو اپنی ذات تصور کرتا ہے وہ حقیقت میں صاحب نظر ہے"
گایتری منتر میں جس کے ورد کی ہر ہندو کو تاکید کی گئی ہے لکھا ہے धियोयोनः प्रचोदयात्
"ہماری عقل کو نیکی کے راستہ پر لگا" ویدوں میں آیا ہے संगच्छध्वं संवदध्वं
"ہم کو ساتھ ساتھ چلنا چاہیئے ۔ باہم گفتگو کرنی چاہیئے" संवो मनांसि जानताम्
ہم سب ایکدل ہو جائیں ۔ جمع کا صیغہ (نہ) بہت معنی خیز ہے ۔ انفرادی ترقی مقصود نہیں ہے بلکہ اجتماعی ترقی ہے ۔ اسی کا سرگرمی سے طالب ہونا چاہیئے اور اسی کے لئے دل سے دعا مانگنی چاہیئے ویدانت کی اخلاقیات جسکا اصول ہے "تو وہ ہے" ہندو اخلاق مذہب کا بہترین و اعلیٰ ترین تخیل ہے ۔ ہم سب اس روح برتر کے اجزاء ہیں جو خود بھی برحق اور منزہ ہے جس طرح "روحانی دستور اخلاق" میں حکم دیا گیا ہے اسی طرح ان نیکیوں پر عمل کرو ۔ مفکرین کے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ اخلاق ہی وہ ذریعہ ہے جس سے ایک مذہبی زندگی کامل طور پر نشو و نما پا سکتی ہے ۔ اب خواہ ہم اخلاق کو مذہب کا ایک ذریعہ خیال کریں یا اسے اسی کا جزو سمجھیں کہ ایک بات یقینی ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی زندگی اس قابل ہو سکتی ہے کہ اسے بسر کیا جائے تو وہ صرف نیکی ہی کی زندگی ہے اگر کوئی شخص تمام دنیا کو حاصل کرتا اور خود اپنی روح کو کھوتا ہے تو اس سے اسکو کیا فائدہ پہونچا

मृतं शरीरं उत्सृज्य काष्ठलोष्ठसमं वत
विमुखा बान्धवा यान्ति धर्मस्तमनुगच्छति.
صرف "دھرم" تمہارے ساتھ جائیگا اور باقی تمام چیزیں پڑی رہ جائیں گی ۔ ہم نے اپنے مقدمہ میں

[illegible] پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس لئے یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال ہم یہ کہتے ہیں کہ ہندو نقطۂ خیال سے اخلاقی مذہب ہی وہ بہترین مذہب ہے جو انسان کو امن و تسلی بخش سکتا ہے تو اس سے ہمارا یہ منشاء نہیں ہے کہ اس کے برابر اور دوسرے زبردست اور عظیم الشان نظامات ہو ہی نہیں سکتے۔ جو مذہب میں رواداری کی تعلیم دیتا ہے اور جس کے ثبوت میں آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہندویت کی پھیلنے والی شاخ کے تحت میں وحدانیت اور مشرکیت اور انہی کی طرح یت رکھنے والے متعدد مسالک شامل ہیں۔ اس کا یہ بھی تقاضا ہے کہ دوسرے نظامات کی منقصت اور مذمت نہ کیجائے۔ ہماری جو کچھ رائے ہے وہ بس اسی قدر ہے کہ کم از کم ہندوؤں کے لئے ان کا مخصوص قومی معاشرتی احول اور مذہبی رجحانات کو دیکھتے ہوئے اخلاقی مذہب کا یہ نظام لازماً بہبودی اور عظمت بخشنے والا ہوگا۔ ہم اس واقعہ سے بے خبر نہیں ہیں کہ قانون اخلاق جغرافی حدود اور قومی امتیازات کا پابند نہیں ہے۔ اس کا اطلاق ہمہ گیر ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر اس عملاً اخلاقی مذہب کا ہندوؤں پر ویسا ہی اثر ہو جائے جیسا کہ زمانہ قدیم کے مردوں اور عورتوں پر تھا تو ہندو قوم کی ضروریات اور ان کی خواہشیں ضرور پوری ہو کر رہیں۔ تاج ہندویت کو کسی اور "یت" کے ہونے کی ضرورت نہیں، تاج موجود ہے، صرف پہننے کی دیر ہے اگر عملی زندگی کی تشکیل نیکی کے نمونہ پر کر لی جائے تو پھر کسی شخص کو اس قوم کی طرف سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، جس نے مسلسل صدیوں سے گرم و سرد زمانہ کے باوجود اپنے مخصوص تہذیبی پیغام کو برقرار رکھا ہے۔ خود ہندو تمدن کی توانائی بجائے خود اس کے اخلاقی دھرم کی عظمت کا ایک قطعی ثبوت ہے۔ [1]

---

[1] - اس باب کا ایک حصہ مسٹر گاندھی کے اسی مضمون پر ایک رسالہ سے لیا گیا ہے۔ مصنف

باب ۱۴

ہندو رشیوں کا عقیدہ الٰہیت

بنی نوع انسان کے محسنین کی فہرست میں متعدد اولیاء کے نام سنہری حروف میں منقوش ہیں یہ لوگ بے لوث زہد رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو خدا اور اپنے ابنائے جنس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا اس امر کے ثبوت کی شہادتیں موجود ہیں کہ ایسے لوگ زمانہ ما قبل تاریخ کے ہندوستان میں بھی پیدا ہو چکے ہیں وہ لوگ نہ تو ان مذہبی رسمیوں میں سے تھے جو نئے فرقے پیدا کرنے پر تلے رہتے ہیں اور نہ وہ ان تیز فہم فقہا میں سے تھے جو نئے مذہب فلسفہ کی بنا ڈالنے کا بیڑا اٹھایا کرتے ہیں وہ ان بدنام سادھوؤں کی قسم سے بھی نہیں تھے جو مذہب کے پردے میں معاشرتی مفت خوروں کی زندگی گذارنی پسند کرتے تھے وہ خصوصیت کے ساتھ معاشرت کے خادم اور اسی لئے خدا کے پرستار تھے ان کا شوق عبادت انتہائی پرزور تھا جتنی ان کی یہ آرزو کہ گرے ہوئے بھائیوں کی اصلاح کیجائے مخلصانہ تھی وہ خدا کی رحمت اور عظمت پر کامل اعتقاد رکھکر نہایت عجز و ادب سے اس کے رحم کے امیدوار رہتے تھے۔ اس زبردست روحانی طاقت کی مدد سے جو انہیں ویراگ کی بھٹی کی وجہ سے پیدا ہو چکی تھی وہ بنی نوع انسان کی خدمت کرتے تھے اور اگر انسان اور خدا کے درمیان معاشرتی رسمیات اور فرقہ واری پابندیاں حائل ہوتی تھیں تو ان سب کو توڑ ڈالتے تھے ان کی زندگیوں کی صرف ایک تسکین وہ جوش مسرت تھا جو شخصی خدا کی پرجوش عبادت کی وجہ سے پیدا ہو جایا کرتا ہے اس دنیا میں ان کا واحد سہارا وہ خوشی تھی جو انسان کو اپنے ہم اعتقاد لوگوں کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے وہ بھگت کے نام سے موسوم تھے اور ان کا مذہب بھاگوت دہرم کہلاتا تھا۔ بقول میتھو آرنلڈ کے ان کا عقیدہ الٰہیت کسی قدر تاثیر آمیز اخلاق کا سا تھا۔ ان کا عقیدہ بالفاظ افلاطون یہ تھا کہ "خدا ہی واحد حقیقت ہے" اگر بعض کا عقیدہ یہ تھا کہ "سب کچھ خدا ہی ہے" تو بعض یہ کہتے تھے کہ "خدا ہی سب کچھ ہے"۔ بعضوں نے اس پر اتنا اضافہ

... [illegible] سمجھے گئے۔ ان کی الوہیت کو وجودیت یا ثنویت کے [illegible] سے ظاہر کرنا بالکل ناممکن ہے ان سب کا ایک عجیب وغریب مرکب ہے انکی [illegible] تصوف میں مل گئی ہیں اور اوپر کی طرف شاخیں ثنالیت پر پھوٹتی ہیں اس میں کچھ نہ کچھ دنیا کا عنصر بھی ضرور پایا جاتا ہے اور اخلاقی عنصر کی حیثیت زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد کے یعنی وصال الٰہی کے ایک ذریعہ کی سی ہے۔

قبل بودھی عہد کے ہندی رشیوں کی سوانح حیات پر اسرار کا پردہ پڑا ہوا ہے اور جو کچھ تھوڑا سا حال ان کے کارناموں کا ہمیں معلوم بھی ہو سکتا ہے، وہ انکی حقیقی سوانح عمریاں بنانے کے لئے ناکافی ہے۔ ذیل کے اشلوک میں ان بھگتوں کے نام گنائے گئے ہیں۔

प्रल्हाद नारद पराशर पुण्डलीक। व्यासाम्बरीष शुक शौनक भीष्म दाल्भ्यान्
रुक्मा ङ्ग दार्जुन वसिष्ठ बिभीषणादीन्। पुण्यानिमान् परम भागवतान् स्मरामि॥

پرہلاد، نارد، ویاس، شوک، شونک اور ارجن یہ ان اولیا کے خاص نمونے ہیں۔ ان میں اودھاو، اکرور، ددورا، اور ہنومان کے نام بھی شامل کئے جاسکتے ہیں۔ ان اولیا میں سے ہر ایک کی سوانح سے یہ دکھانا کہ انہیں درجہ ولایت کیوں اور کیونکر نصیب ہوا، اس باب کے موضوع بحث سے باہر ہے۔ پران اور کاویہ میں ان کرامات کا مفصل بیان کیا گیا ہے جو تمام ولیوں سے عام طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن ان کی کرامات میں سے سب سے بڑی اور عظیم الشان کرامت ان کا عقیدہ الوہیت ہے۔

جب ہم زمانہ مابعد بودھ کے رشیوں کے سوانح کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں البتہ ہماری اساس زیادہ مستحکم ہوتی ہے (یعنی ان کے سوانح کا مواد اور زیادہ دستیاب ہوتا ہے) قصص وروایات سے ہمیں ان کے کام پر تبصرہ کرنے اور اس کا اندازہ لگانے کے لئے کافی مواد بہم پہونچتا ہے ان کے کام نے وقت کی خاک پر دوامی نقوش قدم چھوڑے ہیں۔ غیر ملکی نظامات خیال کا تصادم، معاشرتی ہیجان اور سیاسی انقلابات نے ان کے کام کی ترقی میں سرعت پیدا کر دی تھی۔ ان کی الوہیت پر رائج الوقت خیالات کا رنگ کسی قدر چڑھ گیا تھا، اور انکے معاشرتی و ادبی کام کی اہمیت اور زیادہ ہوگئی تھی یہی لوگ اس جلیل القدر دماغی نشاۃ ثانیہ

کے (جو بعد کو ہوا) مقدمہ الجیش تھے۔ پندرھویں سولھویں اور سترھویں صدیوں کے دوران میں ان صاحب دماغ افراد کا ایک مسلسل اور مشہور و معروف سلسلہ پیدا ہو گیا اور یہ ملک میں عبادت کی گیت گاتے اور عوام میں احساس قومیت کو بیدار کرتے رہے ہر صوبہ کے خاص اپنے اولیاء ہوتے تھے تامل علاقہ کے گیان سمندر، ہرا، تیرو دلیور اور تیومان تلنگی اضلاع کے دے منا، مرہٹواڑی کے رامداس اور تکارام، بنگال کے چیتنیا، صوبہ جات متحدہ کے کبیرا ور تلسی داس، پنجاب کے نانک اور کنٹری اضلاع کے رام و لبھ داس اور اپیا ان سب نے بھکتی کے پیغامات سنائے اور ادنیٰ و اعلیٰ سب کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے۔ پندرھویں صدی کے رام نند سے لیکر انیسویں صدی کے رام کرشن پرم ہنس تک جتنے رشی ہوئے ہیں وہ سب کے سب عظیم روحانی و عوامی تحریکات کے موجد تھے۔

ان کی اہلیت کے مختلف شعبوں کا ذکر کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے کام کے دیگر پہلوؤں کی اہمیت پر بھی غور کر لیں ان کا کام خصوصیت کے ساتھ مذہبی نوعیت کا تھا۔ لیکن اس نے دیگر اطراف میں بھی اصلاح کا راستہ پختہ کر دیا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ یہ لوگ جہاں کہیں جا کر وعظ کہتے تھے تو ان اضلاع کی عام ملکی زبان بولتے تھے ان کی گیت برابر عوام کی زبان میں ہوتی تھی۔ پس عام لوگ بھی جو اس قدیم زبان (سنسکرت) کے مطالعہ سے مستفید نہ ہو سکتے تھے جبکہ چند امتیازی حقوق رکھنے والی جماعتیں بلا شرکت غیرے قابض تھیں، ان کی تعلیمات کے معنی سمجھ اور محسوس کر سکتے تھے۔ ہندوستان کی ملکی زبانوں کا ادب آجتک ان کے اس دلپذیر زبان میں گائے ہوئے گیتوں سے مالامال ہے اگر ہندی زبان سے تلسی داس کے گیتوں کو اور مرہٹی سے گیان دیو اور تکارام کے ابھنگوں کو خارج کر دیا جائے تو یہ دونوں زبانیں کچھ بھی نہ رہیں۔ ان رشیوں کا ایک بہت بڑا کارنامہ تو یہی ہے کہ انہوں نے ملکی زبانوں کو مالامال کیا۔ دوسرے، یہ زہاد بہت بڑے معاشرتی مصلح بھی تھے سرزمین ہند سدا سے فرقہ زار اور مذہب زار رہی ہے۔ ذات کا دستور ابتدائی تقسیم عمل کے اصول پر مبنی تھا۔ یہ معاشرت میں ایک فرد کی حیثیت کا تعین کرتا تھا اور سوسائٹی میں سے مقابلہ اور کشمکش کو دور کرنیکا ایک اہم آلہ تھا لیکن ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں

[illegible] مستقل نمایاں ہوگئیں اور سوسائٹی اس طریقہ ذات کے مہلک
[illegible] ہوگئی ایک ذات کی دوسری سے کشیدگی اور چھوت اور اچھوت کے خیالات
سوسائٹی کے اعضائے رئیسہ کو کھائے جاتے تھے اس وقت میں قرون متوسط کے یہ رشی
ہی ذات بندی کے برے نتائج کے سب سے زیادہ سرگرم مخالفین کی حیثیت سے کھڑے
ہوئے وہ بے باکانہ نیچ ذاتوں سے ملتے تھے اور اگرچہ خود انہوں نے برہمنوں کے گھر میں جنم
لیا تھا تاہم بعض اوقات رسمیات کی عائد کی ہوئی قیود کو مٹانے میں تامل نہیں کرتے تھے۔
یہ رشی ادنیٰ ترین طبقہ سے پیدا ہوئے۔ مہاراشٹر کا نامدیو ایک درزی اور تکارام شودر تھا
شمالی ہند کا کبیر جلاہا اور جنوبی ہند کا تیروولیور ایک پاریا تھا۔ تلسی داس کی بابتہ مشہور ہے
کہ اس نے ایک نیچ ذات کے مستحق بھکاری کی دعوت کی اور اپنی برادری کی لے دے
کی پروا نہ کرکے آزادانہ اس کے ساتھ کھانا کھایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عبادت مین کسی کی ذات
پات نہیں ہوتی اور خدا کے نزدیک اس کے بچوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ انہوں نے صرف
مختلف ذاتوں کو متحد اور باہم گرروادار ہی بنانے کی سعی نہیں کی بلکہ عالمگیر اخوت کے بڑے
حامی بنکر کھڑے ہوئے۔

لیکن ان کی عظمت کا سنگ بنیاد ان کی پاک اور سادہ اللہیت ہے ان کا مذہب
ایک شخصی خدا کے گہرے اور جذبی احساس پر مشتمل تھا اس احساس کے پیدا کرنے کے لئے وہ
نو ودھا بھکتی - نوگانہ طریق عبادت پر عمل کرتے تھے۔ اس مشہور و معروف نوگانہ طریق کے
نمایاں خصائص ذیل کے نادر اشلوک میں بڑی وضاحت سے ظاہر کئے گئے ہیں۔

श्रवणं कीर्तनं विष्णोः स्मरणं पादसेवनम् ॥
अर्चनं वंदनं दास्यं सख्यं आत्मनिवेदनम् ॥

لوازمات عبادت یہ ہیں کہ :-

(۱) خدا کے صفات جلیلہ کو سننا جیسا کہ سری کانت کی زندگی میں ظاہر کیا گیا ہے
(۲) خدا کی تعریف کی گیت گانا - جیسا کہ سری رک شتی نے کیا -
(۳) خدا کا دھیان کرنا - جس طرح پرہلاد نے کیا -

(۴) خدا کی منکسرانہ عبادت جو ویاسکی سے منسوب ہے۔

(۵) پرہلاد کے مانند خدا کی عبادت کرنا۔

(۶) اکرورا کی طرح سلام کرنا۔

(۷) ہنومان کی طرح بے لوث خدمتگزاری۔

(۸) ارجن کے مانند خدا کی دوستی کی جستجو کرنا۔

اور

(۹) محاسبہ نفس) اور خدا کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرنا جیسا کہ سوبالی کی زندگی سے ظاہر ہے۔ درحقیقت یہ ایک اور صرف ایک ہی بھکتی کے مختلف پہلو ہیں۔ کِنارا کا سادھو رام ولبھ کہتا ہے:۔

ऐसी नवखंडी एकक्षिति॥ कीं नव रत्नी एकचि कांत्ति॥
तैसी नव रात्रीं नव भक्ति॥ भुक्ति मुक्ति एकचि॥....
तेचि नव विध हि एक भक्ति॥

جس طرح نو جواہرات کی چمک دمک ایک ہوتی ہے، اسی طرح یہ نو ودھا بھکتی ایک ہی ہے۔ بھکتی کے ارتقاء میں ایک خاص مقام ایسا آتا ہے جہاں پر یہ تمام طریقے ملکر ایک علت عظیم بنجاتے ہیں اور رعایدست۔ چیت۔ آنند یعنے اپنی ذات کے اندر خیر اعظم (خدا) کو پالیتا ہے اس زینہ کے آخری ڈنڈے پر پہونچنے کے لئے ذیل کی چند سیڑھیوں کو عملی اقتدار اور استقلال طے کرنا چاہئے۔ (۱) عجز (۲) لگن (۳) عقیدہ (۴) ترک دنیا۔ عقیدہ سب سے ضروری ہے یہی کیفیت ویراگ کی ہے جس کے بغیر بھکتی کے پھل سے لطف اندوز نہیں ہوسکتے۔ بھکتی کی جڑیں تصوف کی گہرائی تک پہونچتی ہیں۔ عقیدہ جڑ ہے، علم خلاخ اور بھکتی اس کا پھل ہے۔

خدا اور انسان

رشیوں نے خدا کو اپنی ذات سے خارج نہیں بلکہ اپنے قلوب کے سب سے زیادہ اندرونی

[illegible] حاصل نہیں کیا۔ اسے تیرتھ، ریاضت، زہد اور دیگر تکالیف، جو بغرض [illegible] انسان جسم کو پہنچاتی ہیں، مذہب کے لوازمات سے ہیں۔ بھکتی کے لوازمات صفائی قلب اور خدا کی بے لوث محبت تھی، رام و لبھ داس کہتا ہے۔

माझे येथेंचि पंढरपूर ॥ माझे येथेंचि पंढरपूर ॥ आम्हां जाणें न लगे दूर
अणुरेणुव्या पूनि भरोनि असतां कसे म्हणावें दूर ॥ माझें

"میرا پنڈ ہر پور" یعنی تیرتھ یہیں ہے۔ ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ خدا وہاں ہے جبکہ تمام عالم اس سے معمور ہے"؟

ایسا ہی ایک سوال نارد نے سری کرشن سے بھی کیا تھا یعنی "تم کہاں رہتے ہو؟" اسکا جواب معنی خیز ہے۔

नाहं वसामि वैकुण्ठे योगिनां हृदये रवौ ॥
मद्भक्ता यत्र गायन्ति तत्र तिष्ठामि नारद.

"میں نہ عرش پر رہتا ہوں اور نہ یوگیوں کے دلوں میں۔ میں وہاں مقیم ہوتا ہوں جہاں میرے بھگت جلال کے گیت گاتے ہیں"۔

اسی قسم کے خیالات متعدد رشیوں کے تصانیف میں نظر آتے ہیں جو سب کی سب یکساں طور پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا انسان ہی میں ہے۔

کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں

ان کی الٰہیت کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ حصول خدا کے لئے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں، ہم بالراست خدا تک پہونچ سکتے ہیں ارجن نہایت خلوص کے ساتھ سری کرشن سے یہ اہم سوال کرتا ہے "تجھے کیونکر حاصل کریں؟" وہ آقا جواب دیتا ہے۔ "میں نہ ویدوں کے مطالعہ سے ملتا ہوں اور نہ ریاضت خیرات یا قربانیوں سے۔ تم صرف ایک بے غرضانہ عبودیت کے ذریعہ مجھ کو پا سکتے ہو" یہ ہے بھکتی یوگ کا لب لباب جس کو بھگوت گیتا نے شرح و بسط کیسا تھ

بیان کیا گیا ہے اس میں شک نہیں [illegible]
تھے لیکن یہ صرف نور معرفت کے حصول کے لئے کیا جاتا تھا اور جہاں ایک دفعہ [illegible]
ملگیا تو وہ اسیر آزاد تھے کہ خدا کو [illegible] اپنے دل میں سمجھ لیں دل کی جو باتیں [illegible] سادہ
لوحی کے ساتھ کیجاتی ہیں۔ ان پر عالم بالا میں توجہ کیجاتی ہے جسکا نام [illegible] کہتے ہیں "مجھے ایک بچہ
کی سادہ لوحی عنایت کر اور صرف ایک عرض مان لے کہ میں تجھکو نہ بھولوں"

صفائی قلب

کسی سادھو کے ایک چیلہ کی بابت مشہور ہے کہ وہ تزکیہ نفس کے لئے کسی جاترا کو
جانا چاہتا تھا وہ سیدھا اپنے سادھو کے پاس گیا اور کہنے لگا بھگوان میں بنارس جانا چاہتا
ہوں تاکہ گنگا اشنان سے اپنے گناہوں کو دور کردوں براہ کرم میرے ساتھ چلئے" سادھو نے
جواب دیا "نہیں میری طرف سے اس کدو کو لیجاؤ اور گنگا میں دھوؤ" چیلہ کدو کو لیگیا اس نے
کدو کو گنگا میں غوطہ دیا اور پھر واپس گرو کے پاس لے آیا" مہاراج یہ لیجئے" میں کدو کو واپس
لے آیا ہوں" سادھو نے کہا "اسے توڑکر دیکھو کہ اندر کی تلخی دور ہوئی یا نہیں" چیلے نے جواب
دیا "نہیں یہ تو ویسا ہی کڑوا ہے" سادھو نے کہا "بے شک" "جب گنگا جل اس کی کڑواہٹ
کو مٹانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس سے آدمی کے گناہ کیونکر دھل سکتے اور قلوب کیونکر پاک
ہو سکتے ہیں؟ قلب و دماغ کو پاک رکھو گناہ دھل جائیں گے۔ بیرونی غسل اندرونی صفائی کے
لئے غیر مؤثر ہے" یہ معمولی کہانی ان کی اللہیت کا لب لباب ہے" سب چیزوں سے زیادہ پاکیزگی
قلب ضروری ہے" پاک خیالات، پاک الفاظ اور پاک افعال یہ وہ ضروری نیکیاں ہیں جو لوگوں
میں عام طور پر پیدا کرنی چاہئیں۔

اپنے آپ کو تج دینا

زاہد انتہائے عجز کے ساتھ اپنے قلب کو کھولکر رکھ دیتا ہے، اپنے گناہوں کا

[illegible] کرنیکے عزم بالجزم کا اظہار اور اس کے رحم کا طلبگار رہتا ہے

करिसी तु करि मज अर्पिका देह तुज॥
तुज बांचोनि दुजे न दिसे व्यापक (رام داس)

"تو میرے ساتھ جو چاہے کر' میں نے اس جسم کو تیرے حوالہ کردیا ہے"۔ یہی وہ فرط جوش تھا جس نے سادھوؤں کو عالم محسوسات سے بلند و بالا کر دیا تھا۔

محاسبہ نفس

انتر دھیان، تجزیہ نفس، تنقید نفس، تامل، زمانہ سلف کے فقیر کامل جنک کی طرح باطن پر نظر ڈالنا یہ ان کی اللہیت کا اصل اصول ہے۔ قلب کو قطع علائق کی تربیت کرو، دل پہ قابو رکھو کہ وہ رنج و راحت کو ایک نظر سے دیکھے۔ समचित्त त्व یعنی اعتدال ذہنی پیدا کرو مسلسل مشق اور ویراگ کے ذریعہ تم خدا کو حاصل کرلوگے अभ्यास वैराग्याभ्यां तन्निरोधः॥ اس میں شک نہیں کہ یہ نہایت دشوار گذار راستہ ہے لیکن یہ نصب العین واقعی قابل تعریف ہے

توحید

بہت سے بیرحم نقاد ایسے ہیں جنکا خیال ہے کہ سادھوؤں کی اللہیت محض لکڑیوں' پتھروں' چٹانوں' دریاؤں' کھیتوں اور جنگلوں کی پرستش کی ایک بے ڈھنگی شکل ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ خیال بہت زیادہ بعید از حقیقت ہے اس واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انکے عقیدہ اللہیت میں ایک شخصی خدا کا نشان نظر آتا ہے۔ لیکن اگر کوئی سطح کے نیچے غوطہ لگا کر دیکھے تو اس کو صاف و سادہ وحدانیت کے نمایاں آثار نظر آئیں گے۔ کبیر' چتنیا' رام داس اور یہاں تک کہ تکا رام جیسے سنتوں کے تصنیفات کا محتاط قاری یہ دیکھیگا کہ وہ سب اپنے ایک دیوتا کو روح برتر (خدا) سمجھتے اور اسے سارے سنسار میں بلکہ اس کے اورائے بھی جاری

وساری سمجھتے تھے ... ان کا عقیدہ ...
رکھو وہ صرف واحد ہے۔ مثال کے طور ... [illegible]
کرتے ہیں۔

"مالک ایک ہے، خدا ایک ہے، کون اس کو نہیں کہتا ہے کہ کوئی سوچ!
لیکن سب لاعلم ہیں۔ وہ ایک ہے۔"

ان سب رشیوں کی تصانیف میں اس امر کی قطعی شہادتیں موجود ہیں کہ وہ سب دراصل موحدین تھے۔

اسی عقیدہ نے کہ خدا قادر مطلق اور حاضر و ناظر ہے ان رشیوں سے اپنے ابنائے جنس کی ترقی کے لئے کام کرایا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ عوام الناس کو اعلیٰ روحانی زندگی کی برکات سے محروم کر دیا گیا ہے تو وہ مشعل معرفت کو تاریک کونوں میں لیکر گئے اور عام طور پر جمہور کو بیدار کیا۔ ان کی خواہشات کا مطمح نظر انفرادی ترقی نہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے ہمجنس بھی بھکتی کی برکتوں کو پالیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ابدی حقائق پر خاموشی کے ساتھ دھیان دیکر دوسروں کی زندگیوں کو زیادہ شاندار اور عقائد کو بلند تر بنایا۔ جب معرفت خدا پیدا ہو جاتی اور آدمی کو اپنے مذہبی رجحان کی حقیقت کا تجربہ ہو لیتا ہے تو خدا اور انسان کا ربط بہت آسان ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کے رشیوں کی زندگی اور موت کا حاصل یہی مقصود ہوا کرتا ہے۔ خود آجکل بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ان رشیوں کی روح کو اخذ کیا ہے اور سادہ زندگی اور بلند خیالی کے اصول سے کام لیکر دوسروں کی زندگیوں کو نیک اور اعلیٰ تر بنا دیا ہے۔ کون ہے جو شانتی نکیتن میں رہا ہو اور اس مقدس ہوا کا سانس نہ لیا ہو؟ کون ہے جس نے کانگڑی گروکل کو دیکھا اور اس امر کو محسوس نہیں کیا کہ یہ ادارہ ایک سادھو کی خلق دوستی کی یادگار ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ پونہ کا جامعہ نسواں آجکل کے ایک جدید رشی کے مجذوب بے غرضی کا ثمرہ نہیں ہے؟ رشی صرف زمانہ ماقبل تاریخ ہند اور قرون متوسط ہی میں نہیں گذرے ہیں بلکہ وہ آجکل بھی موجود ہیں۔ پچھلے چند سالوں میں ان میں سے بہت سے سفر آخرت فرما چکے ہیں لیکن خدا کے فضل سے ان کا سلسلہ منقطع ہوتا نظر نہیں آتا۔ رام کرشن پرم ہنس سے لیکر رام کرشن بھنڈارکر تک بہت سے

ع۱ ۔ رام کرشن بھنڈارکر، پونہ کے بھنڈارکر انسٹی ٹیوٹ کے بانی ۱۹۲۵ء میں وفات ہوئی۔

[illegible] ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جلیل القدر ہے اور کوئی نہ کوئی اعلیٰ مقصد حاصل کر چکا ہے یا کم از کم کسی سیاسی معاشرتی یا مذہبی غرض کسی نہ کسی خاص نصب العین کے لئے زندگی بسر کر چکا ہے اگر یہ عظمت علم الاخلاق کے بتائے ہوئے بلند مطامح نظر کا نتیجہ ہے، اور اگر اصلاح قوم کے عمل میں ہر مطمح نظر نے اپنی حد بھر مدد دی ہے تو پھر کسی شخص کو قوم اور اس کے مستقبل کی طرف سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ روحانی یا دنیوی کسی قسم کی ترقی کا راستہ آسان نہیں ہوا کرتا۔ انسانی سرگرمیوں کے ہر شعبہ میں ہر مصلح کو سخت ناکامیاں، شدید مخالفت اور جگر خراش مصائب پیش آتے رہتے ہیں۔ حقیقی بڑائی یہی ہے کہ ترقی کی راہ کے ان سب موانعات پر غالب آیا جائے۔ اسی طرح سے اصلی نیکی یہی ہے کہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے اخلاقیین نیز ہندوستان کے وہ ناقابل فراموش بزرگ جو رشی کہلاتے ہیں، جو منزل مقصود قرار دے چکے ہیں، اسی کا صبر کے ساتھ انتظار کیا جائے، عجز کے ساتھ اسے تلاش کیا جائے اور شرافت کے ساتھ اسکی طرف پیش قدمی جاری رہے۔

ختم شد